

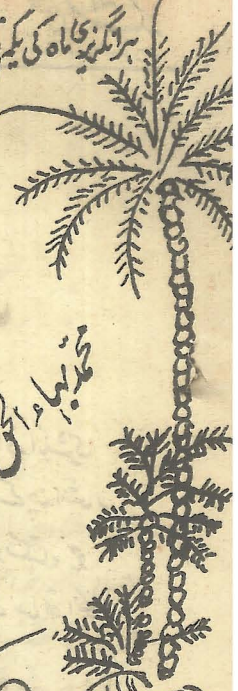
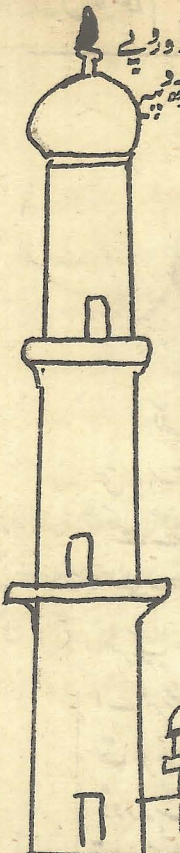
برائے نامہ کی یکم تاریخ کو شائع ہوتا ہے

مجلس کزیر حزب انصار بھیرہ ادارہ عظیمہ پکارت حجاب

قیمت سالانہ دو روپے طلبہ سے ڈیڑھ روپے

مسلم

مؤخر
محمد بن عبد اللہ قاسمی



جلد ۱۱ بھیرہ پنجاب بابت بیع الثانی ۱۹۴۱ء مطابق مئی ۱۹۴۱ء نمبر ۵

امیر حزب الانصار اور خاکسار خاکساروں کے جھوٹے پروپیگنڈے کی تردید

جناب مولانا مولوی ظہور احمد صاحب بگٹی امیر حزب الانصار بھیرہ پچھلے دنوں جنوں دسرور شریف لکھتے تھے وہاں کے خاکساروں نے لاہور کے اخبارات میں مولانا کے متعلق بے سرو پا پروپیگنڈا کیا۔ اصل واقعہ کیا ہے؟ مولانا کے حسبِ قبل بیان سے معلوم ہو سکتا ہے :-

"جنوں میں نہ تو خاکساروں کی فوجیں تھیں اور نہ ان کو 'دوست' کہا جاتا تھا۔ ان کو 'دوست' کہا جاتا تھا اور 'دوستدار' میں شائع شدہ اطلاع قطعاً غلط اور افتراء ہے۔ جیل میلاد الہی دہلی علیہ وسلم کے موقع پر چند خاکسار بیچے گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے حبسِ عادت فوجی سلام کیا۔ مگر میں خاموشی کیساتھ ان کی صف میں سے گزر گیا۔ دارالعلوم سوات بھیرہ کے ایک سابق طالب علم نے مجھے چائے کی پیالی جیل گاہ میں پیش کی تھی۔ اس کے سوا کسی قسم کا دھم پیش نہیں آیا۔ نہ خاکساروں نے وہاں کیمپ لگایا ہوا تھا۔ اور نہ ہی ان سے خاکساری تحریک کے متعلق کوئی تذکرہ ہوا۔ میرا جو عقیدہ خاکسار تحریک اس کے بانی اور خاکساروں کے متعلق پہلے تھا وہی اب بھی ہے۔ اس میں ہر موقوف

ظہور احمد بگٹی کان انصار

مدح صحبہ

فاروق اعظمؓ کی خدمت میں نذر عقیدت

(از ملک نصر اللہ خاں صاحب عزیز بنی آلے - مدیر "مسلمان" لاہور)

لکھنؤ کی ابتلاء انگیز سرزمین میں آج مداحان صحابہ رضہ کے ساتھ حکومت جو سلوک کر رہی ہے۔ اور ایک دنیا
حق کا استعمال کرنے والوں کو اخلاقی مجرموں میں جس طرح شمار کیا جا رہا ہے۔ اس سے متاثر ہو کر ذیل کے چند اشعار
لکھے گئے ہیں۔ اس نظم کا راقم اپنی مجبوریوں کے باعث ان برگزیدہ لوگوں میں علی طور پر شامل نہیں ہو سکتا۔ جو
عظمت صحابہ رضہ کا علم بلند کئے ہوئے ہیں۔ تاہم اس کا دل اپنے تمام حسیات محبت و مہم روی کے ساتھ انکا
شریک حال ہے۔ شاید یہی "ثقلیت" کفارہ بے علی ہو جائے۔ (عزیز)

ہے جہاں باؤں میں تیری سب سے اونچی بارگاہ
مل گئی اس کو پہن جب تو نے لی اس میں پناہ
کس قدر محفوظ تھی "دینِ عمرہ" کی شاہ راہ
اللہ کیا بڑھایا حق نے تیرا عز و جاہ
تو جلا جس پر وہی دینِ صدی کی بھی ہے راہ
دوست جو تیرا ہے وہ ہے دین کا بھی خیر خواہ
بھاگتی ہے نام تیرے سے شیاطین کی سپاہ
کہتے ہیں فاروق تجھ کو خود جناب دیں پناہ
خاک پا تیری ہے مجھ کو سرمہ شام و بجاہ
آہ تہذیبِ نوی کی نہرسِ حرم و گناہ
مدح اصحابِ محمدؐ موجبِ تفسیر ہے دیکھ!
اہل مغرب کا طریق بندشیں تقریر دیکھ!
ہند میں اسلام کی کم ہو گئی تنویر دیکھ!
یہ نئی ہے انتہا کا علون کی تفسیر دیکھ!
ایک کی تفسیق دیکھ اور ایک کی تکفیر دیکھ!
دیکھ یہ فتنہ اور اس فتنے کو عالمگیر دیکھ!
بتلائے حسرت ذوقِ گمنہ ہر پیر دیکھ!
میری محکومی میں اس کے جبر کی تصویر دیکھ!
میں بدلنا چاہتا ہوں قوم کی تقدیر دیکھ!

اے عمرؓ اے پیکرِ عزم و جلال بے پناہ
تھا غریب اسلام جب تو لایا یہ کھٹا
دور رہتا تھا ترے رستے سے اہلینِ لعین
قیصر کسری کے تحت و تاج کا وارث کیا!
زندگی تیری ہے تفسیرِ حسابی کا نجوم!
جو ترا دشمن ہے وہ اسلام کا بھی ہے عدو!
تو اشداء علی الکفار کی تصویر ہے
حضرتِ حق کی زباں پر ہے تری مدح و ثنا
تو میرے محبوب کا عاشق بھی ہے محبوب بھی
آج تیری مدح بھی ہے مستحقِ تفسیر کی
کس طرح بدلی ہے آہ اسلام کی تقدیر دیکھ!
ہتھکڑی ہے اور دستِ بندگانِ حق پرست
آکر تیرے واسطے ہیں دیدہ و دل فرس راہ
تہذیبِ اسلام کے قانع غلامی پر ہوئے
دیکھ تجدید و نبوت کے کرشمے نو بنو
دیکھ مشرق کو کہ ہے دارِ فتنہ تہذیبِ غرب
نوجوانوں کا شباب آوازہ فتنہ و فجور!
اٹھ رہا ہے عرصہٴ افرنگ سے طوفانِ ظلم
کر عطا مجھ کو بھی اپنا درہٴ قہر و جلال!

اسلام اور اشتراکیت

چودھری افضل حق صاحب کے خیالات پر سرسری نظر

(۲)
(از مرتب)

پس میرے اس سلسلہ مضامین کو مجلس احرار اسلام کی مخالفت پر محمول نہ کیا جائے۔ اس کا مقصد صرف چودھری صاحب کے ذاتی غلط خیالات کی اصلاح ہے۔ واللہ علیٰ ما اقول شہیداً۔

مذموم سرمایہ داری

میرے ان مضامین سے یہ نتیجہ بھی اخذ نہ کیا جائے، کہ میں اُن سرمایہ داروں اور قاروں کے اُن جانشینوں کی حمایت کرنا چاہتا ہوں، جو سرمایہ دار نہیں بلکہ درحقیقت "سرمایہ پرست" ہیں جن کی زندگی کا مقصد جائز و ناجائز وسائل سے دولت جمع کرنا اور اس کو منہج حقیقی کے احکام کے مطابق خرچ کرنے کے بجائے صرف اُنہواری نفسانی اور خواہشات شیطانی کی پیروی ہے۔ جن کو نہ خدا تعالیٰ کے حقوق کی پروا ہے نہ بندوں کے حقوق کی۔ جن کی قارونی خصلتوں اور فرعونی چیرہ دستیوں نے غربا پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ اس قبیل کی سرمایہ داری یقیناً ایک بڑی لعنت ہے، جسے جس قدر جلد ختم کیا جائے، اتنا ہی بہتر ہے۔

معیشت کا فطری اور غیر فطری اختلاف

میرے پیش نظر معیشت کے صرف اس اختلاف کو ثابت

عنوان بالا کے ماتحت میرے مضمون کی پہلی قسط روزنامہ "احسان" مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۷۱ء و جریہ "مسلمان" لاہور مجریہ ۱۶ اپریل ۱۹۷۱ء اور رسالہ "شخص الاسلام" بمیرہ بابت ماہ اپریل ۱۹۷۱ء میں شائع ہو چکی ہے جس میں قسماً احرار چودھری افضل حق صاحب کے مضمون کی پہلی دو قسطوں پر میں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ آج چودھری صاحب کے مضمون کی تیسری قسط کے متعلق کچھ عرض کرنے کی جرأت کر رہا ہوں۔

مجلس احرار اسلام

قبل اس کے کہ چودھری صاحب کے خیالات پر تبصرہ کروں یہ بتادینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں مجلس احرار اسلام کا دینیہ خادم ہوں مجلس نے بعض اندرونی مذہبی فتنوں کے انسداد کے سلسلہ میں دین و مذہب اور مسلمانوں کی جو شاندار خدمات انجام دی ہیں، ان کے پیش نظر میرے نزدیک مجلس کا وجود و بقا اور استحکام اب بھی ضروری ہے۔ اسی جذبہ نے مجھے چودھری صاحب کے غلط خیالات کی اصلاح پر آمادہ کیا۔ سچی دوستی اور حقیقی غیر خواہی اسی میں ہے کہ دوست کو اس کی غلطی پر ٹوک دیا جائے۔ میں اس چیز کا قائل نہیں ہوں کہ دوست کی غلط بات کو درست اور دشمن کی اچھی چیز کو بھی غلط کہا جائے۔ یہ تو عصیت جاہلیہ ہے، جسے منانے کے لئے حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تھے۔

کرنا ہے، جسے "فہری اختلاف" سے تعبیر کیا جاسکتا ہے اور جس کو اپنے مضمون کی قسط اول میں سورہ زخرف کی آیہ مبارکہ سے ثابت کر چکا ہوں اور جس کا نتیجہ انفرادی اور شخصی گرجا گھر متول ہے۔ اگر اسے تسلیم نہ کیا جائے، تو رکاوٹ، صدقات، حج، قربانی، عشر و خراج اور وراثت وغیرہ احکام اسلامی سبکے معاذ اللہ بیکار سمجھنا پڑیگا۔ رہا معیشت کا وہ اختلاف جو مثلاً سیٹ اور تعلفہ داری کی صورت میں آج دنیا کے اکثر ممالک میں موجود ہے اور جس کی بنیاد خدائی قانون پر نہیں بلکہ خاندانی اور قبائلی رسم و رواج یا حکومتوں کے مادی قانون پر ہے۔ اور جس کے رو سے خاندان کا ایک فرد یا چند افراد دولت کے خزانوں پر مشغول و قابض ہو کر دوسرے مستحقین کے حقوق کو غصب کر کے قانونی روایات تازہ کر رہے ہیں خدا اور اس کے بندوں کے حقوق سے مجرمانہ غفلت برت رہے ہیں۔ تو یہ اختلاف بلاشبہ غیر فہری اور ظالمانہ ہے اسلام اس قسم کے اختلاف کو قطعاً برداشت نہیں کرتا۔ نہ کوئی مسلمان اس کی حمایت کر سکتا ہے جو دھری صاحب کی تحریرات سے متشبع یہ ہوتا ہے کہ وہ انفرادی متول کے سرے سے خلاف ہیں۔ اس لئے اس نظریہ کو قرآن و حدیث کی کسوٹی پر پرکھنے کی ضرورت محسوس کی گئی

انفرادی اور اجتماعی مفاد کا تحفظ !

اسلامی قانون میں انسانوں کے لئے انفرادی ہدایات بھی ہیں اور جماعتی احکام بھی شخصی حقوق کا تحفظ بھی اس کے بنیاد ہے اور اجتماعی مفاد کی حفاظت بھی جو لوگ ہر بات میں موقع بے موقع جماعتی مفاد کے تحفظ کا دغظ کہتے رہتے ہیں۔ وہ اس حقیقت کو نظر انداز کر رہے ہیں کہ جماعت افراد و اشخاص سے بنتی ہے۔ اگر افراد کے حقوق محفوظ نہیں ہیں تو جماعتی حقوق کے تحفظ کا دعویٰ بے معنی ہے۔ عادلانہ نظام وہی ہو سکتا ہے۔ جس میں شخصی بھی محفوظ

ہو اور اجتماعی مفاد بھی۔ اسی کلیہ کی ایک نئی وہ مسئلہ بھی ہے جو اس وقت ہمارے زیر بحث ہے۔ اسلام نے جہاں شخصی متول اور انفرادی دولت بندی کا حق تسلیم کیا ہے۔ وہاں اس پر ایسی پابندیاں بھی مائد کردی ہیں، جن سے اجتماعی مفاد کو کسی قسم کا نقصان ہی نہیں پہنچتا، بلکہ وہ مستحکم ہو جاتا ہے۔ تجارتی کاروبار اور حصول دولت کے دیگر وسائل پر ایسی عادلانہ قیود لگا دی گئی ہیں کہ جن کی بدولت استحصال بالجبر، رشوت، بیکار، غریب آزادی، مزدور کشی، حق تلفی اور اکمل الایتموال بالباطل کی دیگر تمام راہیں قطعاً بند ہو جاتی ہیں۔ وسائل پر مناسب حد تک کنٹرول کے علاوہ مصارف دولت کی تفصیل اس قدر حکیمانہ انداز میں قربانی کہ اگر سرمایہ داروں کو اس پر عمل کے لئے مجبور کر دیا جائے تو بلا خوف تردید یہ کہا جاسکتا ہے کہ قوم عزت و آبرو اور فارغ البالی کی زندگی بسر کر سکتی ہے۔

چودھری صاحب کا نظریہ اور اس کے دلائل

چودھری صاحب کے مضمون کی پہلی دو قسطوں میں جو فقرے میرے ناقص علم کے مطابق قابل اصلاح تھے۔ میں ان کی نسبت اپنے مضمون کی قسط اول میں گذارشات پیش کر چکا ہوں اس وقت میرے سامنے چودھری صاحب کے مضمون کی تیسری قسط ہے۔ جو اخبار "زمزم" مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۸۷ء میں شائع ہوئی۔ اس قسط میں بھی چند فقرے محتاج اصلاح نظر آئے۔ چودھری صاحب مسئلہ کالم ۱ میں فرماتے ہیں:-

(۱) "اگر کسی قوم میں امراء کی تعداد بڑی ہو، وہ نظام

سرمایہ داری کی تہذیب و معاہدہ ہو، تو شائد حق نیچا

کہی جاسکے۔ کیا ایک فی صدی امراء کو پوری قوم کی

حیات پر قبضہ قائم رکھنے کی اجازت دی جائے؟

مسلمانوں میں سپر پوجو، دس ہزار میں ایک

بھی سرمایہ دار نہیں۔ پھر اس قلیل تعداد کے

(۵) "سب مہموں نے امراء سے دستبرد کر کے غرباء کو منظم

کیا۔ امراء ہمیشہ ان کے خلاف صف آرا رہے۔"

(۶) "اسلام جمہور کا مذہب ہے، ارباب غرور سے اس کا

کوئی تعلق نہیں۔ امتیاز نسلی، امتیاز مالی، حتیٰ کہ

امتیاز علم بھی اس مذہب میں حرام ہے۔ تقویٰ باعث

امتیاز ہے، لیکن وہ بھی اللہ کے نزدیک۔ یہ نہیں

کہ کوئی نیکو کاری کے زعم میں انسانوں میں اپنے

آپ کو ممتاز دیکھے۔"

خلاصہ اقتباسات

چودھری صاحب کے منقولہ بالا اقتباسات سے دراصل

صرف ایک ہی نظریہ ثابت ہوتا ہے اور وہ یہ کہ:-

"شخصی امارت ناجائز ہے اور امراء کا گروہ

یلت کفر، اس لئے شخصی امارت اور امراء کو

ختم کر دینا چاہیے۔"

اس نظریہ کو ثابت کرنے کے لئے آپ نے جو دلائل دیئے

ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ انہیں مربوط صورت اور خلاصہ کی ت

شکل میں پیش کروں تاکہ ان دلائل اور میری اصلاحی گزارشات

پر غور کرنے میں ناظرین کرام کو سہولت ہو۔

(۱) اسلام امراء کے وجود کا قائل نہیں، نہ اس میں طبقوں

کی تقسیم ہے۔ وہ صرف ایک برادری ہے (۲) نہ نبی جائداد

کے وارث ہوتے ہیں نہ وہ ورثہ چھوڑتے ہیں (اس سے

چودھری صاحب کا منشاء شاذیہ ثابت کرنا ہے کہ غیر انبیاء

بھی کسی کے وارث نہ بنائے جائیں، نہ وہ ورثہ چھوڑیں) (۳)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ

عنہم نے اپنے لئے سرمایہ دارانہ نظام روائہ نہیں رکھا، تو دوسرے

کو اس امتیاز کے ساتھ بسر اوقات کرنے کا کوئی حق نہیں۔

(۴) ہر نبی کی دعوت عوام کے لئے تھی۔ پیغمبروں نے جب کبھی

پکارا، صرف غریبوں کو پکارا اور صرف انہیں کو منظم کیا۔ (۵)

سپر و نو کروڑ مسلمانوں کی رکھوالی کیوں کر دی جائے؟

کیوں نہ اس قلیل تعداد کو ختم کر کے سارے ہندوستان

میں غریب عوام کی حکومت کرنے کی آزدو کریں۔"

(۶) "اگر غریب کے موجودہ اختلاف کو برخواست نہ کیا

جائے گا۔ شخصی امارت کو ختم کر کے دین اسلام کے اصولوں

پر ملک کا مالک خدا ہوگا۔"

کالم ۱۷ میں فرماتے ہیں:-

(۳) "اسلام تو امراء کے وجود کا قائل ہی نہیں۔ وہ تو مسئلہ

طور پر برادری ہے یا موجودہ اصطلاح کے مطابق

() ہے۔ اس میں کوئی طبقوں کی تقسیم

نہیں۔ اسلام میں صرف ایک طبقہ ہے، وہ ہے طبقہ

عوام۔ جب نبی کریمؐ اور خلفاء راشدین نے کوئی سرمایہ

دارانہ نظام اپنے لئے روائہ رکھا، تو دوسروں کو اس

امتیاز کے ساتھ بسر اوقات کرنے کا کیا حق ہے۔ کسی

مسلمان کو کیا پڑی ہے کہ وہ اس غیر اسلامی فوج کی

حمایت کرے۔ اسلام میں تو امراء کی امت کا کہیں وجود

نہیں۔ آپ اصرار کر رہے ہیں کہ اس یلت کفر کی

اتحقی میں مسلمان رکھے ہو جائیں۔"

پھر کالم ۲۰ میں چودھری صاحب لکھتے ہیں:-

(۴) "قرآن وحدیث کی روشنی میں دماغ کے گوشوں کی تاریکی

دور کرنے کی ضرورت ہے۔ نہ نبی جائدادوں کے وارث

بنائے جاتے ہیں، نہ وہ ورثہ چھوڑتے ہیں۔ ہر نبی

کی دعوت عوام کے لئے تھی۔ امراء کے دل نیکی کا بھج

ہوتے ہیں۔ ان میں اسلام و مذہب کی کھیتی سرسبز

نہیں ہوتی۔ اسی لئے پیغمبروں نے جب کبھی پکارا،

غریبوں کو ہی پکارا۔ جب منظم کیا، غریبوں کو ہی

کیا۔ ہر نیک انسان نے عمر بھر افلاس قبول کیا۔

کیونکہ اس کے بغیر اخلاص پیدا نہیں ہوتا۔"

چند سطروں کے بعد پھر فرماتے ہیں:-

ہر نیک انسان نے عمر بھر افلاس قبول کیا کیونکہ افلاس کے بغیر اخلاص پیدا نہیں ہوتا۔ اُمراء کا دل نیکی کا بھر ہوتا ہے۔ اس میں اسلام کی کھیتی سرسبز نہیں ہوتی (۶) اُمراء ہمیشہ فقیہوں اور نیکوں کے خلاف صفت آرا رہے (۷) خدا اور مخلوق کے نزدیک مال اور نسب حتیٰ کہ علم کے لحاظ سے بھی انسانوں میں کوئی امتیاز نہیں۔ صرف تقویٰ باعث امتیاز ہے۔ وہ بھی صرف خدا کے نزدیک۔

میں چاہتا ہوں کہ چودھری صاحب کے ان دلائل پر قرآن و حدیث کی روشنی میں مختصر تنقید کروں۔ دعویٰ اور نظریہ کی حیثیت خود بخود واضح ہو جائے گی۔

مال اور نسب کا امتیاز

اس میں شبہ نہیں کہ اسلام نے انسانی غرور کی بجٹکنی کی ہے خواہ وہ مال و نسب سے پیدا ہو، یا علم و تقویٰ کے زعم میں۔ لیکن خود مال، نسب، قبیلہ، خاندان یا علم و تقویٰ کے امتیاز کو نہیں سنا، بلکہ اس کو اس حد تک قائم رکھا ہے کہ انسان میں تکبر و انانیت، خود پسندی و خود نمائی، اور باہمی تباہی و تباہی اور تنافس اور تنافس پیدا نہ ہو۔

معیشت اور روزی کے باب میں اختلاف مراتب کا ثبوت سورہ زخرف کی آیت سے پیش کر چکا ہوں۔ ذیل میں دو اور آیتیں ملاحظہ فرمائیے جن میں عقل و فہم، رزق و مال، حسن و جمال اور صحت و قوت وغیرہ چیزوں کے لحاظ سے فطری اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ دوسری آیت میں تو اختلاف رزق کی صاف تصریح ہے۔ فرمایا:-

(۱) "وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ وَدَرَجَاتٍ بَعْضُكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ" (سورہ انفصاف رکوع ۲۰) (یعنی) "اور وہ خدا اسی لیے، جس نے تم کو زمین میں صاحب اختیار بنایا اور ایک کا دوسرے پر درجہ بڑھایا، تاکہ تم کو آزمائے ان چیزوں

میں، جو اس نے تم کو دی ہیں" (۲) "وَاللّٰهُ فَصَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَى الْآخَرِ فِي الرِّزْقِ" (سورہ نحل رکوع ۱۰) (یعنی) "اور اللہ تعالیٰ نے تم میں بعضوں کو بعضوں پر رزق میں فضیلت دی ہے"

نسلی امتیازات کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:-

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ" (سورہ حجرات رکوع ۲) (یعنی) "اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا۔ تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو تحقیق اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے، جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو"

اس آیت اور اس سے پہلے کی دو منقولہ آیتوں کے مجموعہ سے چند باتیں ثابت ہوئیں:-

(۱) رزق اور مال کے لحاظ سے بعض انسانوں کو بعض پر برتری دی گئی ہے۔ تاکہ ان کی آزمائش ہو۔ سورہ زخرف کی آیت میں اس کی یہ حکمت بھی بیان فرمائی گئی کہ تا انسان ایک دوسرے سے کام لیتے رہیں (اور یوں دنیا کا نظام قائم رہے)

(۲) مختلف قوموں، خاندانوں اور طبقوں کا امتیاز و اختلاف بھی فطری ہے۔ اور اس کی حکمت یہ ہے کہ اس سے انسان آپس میں ایک دوسرے کی شناخت کر سکیں۔ (۳) مختلف افراد یا قوموں اور طبقوں کا یہ باہمی امتیاز اگرچہ فطری ہے اور ناگزیر، لیکن اس کے باوجود یہ امتیاز انسانی شرافت کا معیار نہیں۔ اس کا معیار صرف تقویٰ خدا پرستی اور پرہیزگاری ہے۔

امتیاز علم

بلاریب رسمی علم انسان کے لئے باعث امتیاز نہیں ہے۔ علم کی غرض دغایت سے غافل علم والے کو قرآن پاک میں اس گدھے کیسا تشبیہ دی گئی ہے۔ جوانی پیچھے بہر کتابوں کا بوجھ لادے پھرتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو صحیح علم دیا ہے۔ ان کو وہ طغرائے امتیاز یقیناً حاصل ہے جس سے دوسرے انسان محروم ہیں۔ حیرانی ہے کہ چودھری صاحب کی نظر سے قرآن پاک کی یہ آیت کس طرح اوجھل رہی **قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ** (سورہ زمرہ ۹۰) (یعنی) آپ کہہ دیجئے کیا علم والے اور بے علم برابر ہوتے ہیں؟

بے علم اور علم والے کے مابین یہ عدم مساوات تو حق تعالیٰ کی بارگاہ میں ہے۔ اس نے اس امتیاز علم کو اپنے بندوں میں بھی قائم رکھا اور بے علم یا ناقص علم والوں کو حکم دیا کہ تم مسائل اہل الذکر سے پوچھا کرو **وَخَاسِرُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ** گویا افتاء و اجتہاد کا حق ہر کس و نا کس کو نہیں پہنچتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی کہ نماز میں سب سے زیادہ علم والے کو امام بناؤ۔ تو گویا منصب امامت کا سب سے زیادہ حق دار اہل علم ہی کو قرار دیا گیا۔ پھر فرمایا کہ عالم کو عابد پر ایسی فضیلت ہے۔ جیسے چودھویں رات کے چاند کو تمام ستاروں پر **تَفْضِلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْقَدْرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ**

دین سے جاہل لوگوں کی نسبت فرمایا کہ لوگ ان کو اپنا بڑا بنائیں گے اور وہ (رؤساء جنات) بے علمی سے فتویٰ دیں گے۔ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرینگے **وَاتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوسًا جَهَنَّمَ لَا يَفْقَهُونَ شَيْئًا وَخَبَرُوا عَلَيْهِمْ فَضْلًا وَآذَوْا ضَلُّوا** گویا دینی مقاصد و مسائل میں

پیشوائی و رہنمائی دین سے جاہل لوگوں کا منصب نہیں بلکہ علماء دین کا ہے۔

غرض قرآن و حدیث کی ان تصریحات سے صاف ثابت ہوا ہے کہ انسانوں کے درجات ہیں، ان کے مراتب ہیں، اور ان کے مناصب ہیں، ان کے خصوصی کمالات و اوصاف کی بنا پر فرق ہے۔ مساوات، درجات و مراتب میں نہیں، بلکہ نفس ایمان اور نفس انسانیت اور ان کے حقوق میں مرعی ہے۔ اگر مراتب میں بھی مساوات کو راہ دی جائے تو یہ دنیا اندھیر نگری اور انسان "بیدار راجہ" بنکر رہ جائے۔

اسلام اور طبقات

یہاں تک مجھے یہ بتانا مقصود تھا کہ رزق و مال، نسل و نسب، علم و جہل اور بعض دوسرے خصائص کے لحاظ سے اسلام نے فطری حد تک امتیاز جائز رکھا ہے۔ اس امتیاز کو قرآن پاک نے کہیں **رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ** کے الفاظ سے اور کہیں **فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ** کے لفظوں سے بیان فرمایا۔ اگر کسی صاحب کو "رفت" اور "تفضیل" کی تعبیر "امتیاز" کے لفظ سے ناگوار خاطر معلوم ہوتی ہو۔ تو وہ کوئی دوسرا مودون ترین لفظ تلاش کر کے اختیار فرما سکتے ہیں۔ لیکن تعبیر کے لئے خواہ کوئی بھی لفظ اختیار کیا جائے، یہ ہر حال ماننا پڑے گا کہ اختلاف مراتب از روئے قرآن و حدیث جائز ہے۔ اس کو ماننے کے ساتھ یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ **"بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ"** میں پہلے "بعض" سے کچھ افراد اور دوسرے "بعض" سے ان کے علاوہ کچھ دوسرے افراد مراد ہیں۔ ان افراد کے مجموعے کو آپ "گروہ" کے لفظ سے تعبیر فرمائیں۔ یا "طبقہ" کے لفظ سے۔ حقیقت بہر کیف ایک ہی رہے گی۔ اور وہ یہ کہ مختلف عوارض اور گونا گوں خصائص کے لحاظ سے انسان مختلف قوموں اور مختلف فرقوں کی صورت میں موجود ہیں۔ آیت قرآنیہ **"لَا يَكْبَلَا يَكُونُ ذُلُّهُ بَيْنَ"**

اَلَا عَنِيَّاءُ مُنْكَرٌ سے اغنیاء (دولتمندوں) کے طبقہ کا وجود ثابت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "وَمُنْكَرٌ مِنْ اَغْنِيَاءٍ جَمْدٌ تَزِدُّ فِي فَقْرَاءٍ جَمْدٌ" (یعنی) "ذکاۃ مسلمانوں کے دولت مندوں سے لی جائے گی اور ان کے فقیروں، غریبوں میں تقسیم کی جائے گی" حضور ﷺ کے اس ارشاد سے بھی ارادہ اور غریبانہ کے دو طبقے ثابت ہو رہے ہیں کہ اسلام ایک برادری ہے "قاس سے کون مسلمان انکار کر سکتا ہے؟ بلاشبہ ایمان و اسلام کے لحاظ سے تمام مسلمان خواہ وہ کسی ملک، کسی نسل، اور کسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں، سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ان کا نصب العین، ان کا مقصد جہات ایک ہے۔ ان کا نفع و نقصان ایک دوسرے سے وابستہ ہے۔ نفس ایمان و اسلام کے اعتبار سے سب کی عزت و حرمت برابر ہے۔ محض نسب اور مال کی بنا پر کسی مسلمان کو کسی دوسرے مسلمان پر کوئی تفوق اور کوئی برتری حاصل نہیں، نہ خدا کے نزدیک نہ اس کے نیک بندوں کے نزدیک۔ غریبت کوئی جرم نہیں، وجہ حقارت نہیں۔ دولت مندی باعث شرف نہیں۔ آپ غرور و نسب، غرور علم اور غرور مال کو بیشک جس قدر جلد ہوسکے، مٹائیے!

غرور یقیناً بہت بڑی لعنت ہے اور اسلامی برادری کے لئے بے حد خطرناک۔ اسلام اس معنی میں "طبقات" کا یقیناً قائل نہیں ہے۔ ہاں وہ اس حد تک طبقات کے وجود کو مانتا ہے کہ جو صرف فطری اختلاف کا آئینہ دار ہو۔ اسی معنی میں وہ امیر و غریب کے طبقوں کو بھی تسلیم کرتا ہے۔ اس معنی میں امیر و غریب کے طبقوں کو تسلیم کرنا اخوة اسلامی (اسلامی برادری) کے منافی نہیں ٹھیک اسی طرح جس طرح "قبائل و شعوب" کے وجود کو ماننے کے باوجود "اسلامی برادری" میں کوئی مشرق نہیں آتا۔

غرض آپ غیر فطری حدود کو بے شک توڑیں کہ یہ نسل انسانی کی بہترین خدمت ہوگی۔ لیکن اشتراکیوں اور سوشلسٹوں کی دیکھا دیکھی اُس فطری اختلاف کو بھی مٹانے کی کوشش نہ کیجیے جس کو اسلام نے جائز و قائم رکھا ہے۔ اور جس کو مٹانے کی عملی کوشش میں دُوس کا اشتراکی بھی بُری طرح ناکام و نامراد ہو چکا اور ہو رہا ہے۔

(باقی آئندہ)

قطعات

(نتیجہ فکر سردار اللہ نواز خاں صاحب بی اے آئز و علی ڈیرہ غازی خان)

حد و متنا

ہے کیا وہ زندگی جو بے چشم ہوا! ہے زندہ کیا جسے مرنے کا غم ہو
نوازا ایسی تشنگ دل ہے جو دنیا کی شہنشاہی سے کم ہو

سینما

سینما گناہ ہے اک ہو و لعب ہے! یہ لعنت سب گناہوں کا سبب ہے
یہ دورِ رخ ہے جہنم ہے سقر ہے خدا کا قہر اللہ کا غضب ہے

حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

(۲)

(ازینا مولوی شیخ محمد یعقوب صاحب فہرست حدیث ریاست پٹنہ)

ابوالمثنیٰ کہتے ہیں کہ :-
"جس نے عبد اللہ کو نہ دیکھا ہو، وہ علقمہ کو دیکھ لے

ان دونوں میں کچھ فرق نہیں"

جب یہ فارغ التحصیل ہوئے تو حضرت عبد اللہ ابن مسعود نے ان کو سند فضیلت عطا فرمائی اور اس میں یہ الفاظ تحریر کئے :-
مَا أَقْرَأُ شَيْئًا وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا عَلَّمَهُ
يَقْرَأُ وَلَا يَعْلَمُهُ (یعنی، میں نے جو کچھ پڑھا اور جو کچھ سمجھا، وہ سب علقمہ پڑھ چکے اور ان کو آگیا ہے)

حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ کے حالات میں ذکر آچکا ہے کہ ان سے زیادہ صحابہؓ میں کوئی قرآن و حدیث کا عالم نہ تھا۔ اور انہوں نے اپنا تمام علم علقمہ کو ودیعت فرمایا۔ تو ظاہر ہے کہ تابعین میں علقمہ سے زیادہ کوئی قرآن و حدیث کا عالم نہ تھا۔ اور تابعین میں ان کا وہی رتبہ تھا، جو صحابہؓ میں ابن مسعود کا۔ علقمہ سے کتب احادیث میں ہزاروں احادیث ہیں۔

۳۔ ابوسعید خدریؓ فقیہ العراق
ہوئے اور ۹۷ھ

میں انتقال کیا۔ چند صحابہ کرام کی زیارت کا فخر ان کو حاصل ہے۔ علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا حضرت عائشہ صدیقہ کی خدمت میں حاضر ہونا اور ان سے روایت کرنا بیان کیا ہے۔ مگر تہذیب التہذیب میں ابن بیہقی سے اس کے خلاف نقل کیا ہے۔ البتہ یہ لکھا ہے کہ ابو حنیفہ، زید بن ارقم، ابن ابی

۲۔ علقمہ بن قیس فقیہ عراق
ہوئے اور ۱۳۷ھ میں

انتقال کیا حضرت عمرؓ، عثمانؓ، سعدؓ، حذیفہؓ، ابوالدرداءؓ، ابومسعودؓ، ابوموسیٰؓ، جناب امیرؓ، خالد بن ولیدؓ، سلمہؓ، محفلؓ، حضرت عائشہؓ اور ان کے سوا اور بہت سے صحابہ کی زیارت سے عقیدت کی آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ اور ان کے علوم سے فیض یاب ہوئے۔ ان سے حدیثیں سنیں اور ان سے روایت کی۔ ان کا علمی پایہ اس قدر بلند تھا کہ صحابہ کرامؓ ان سے مسائل پوچھتے اور فتویٰ لیتے تھے۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ کی وفات کے بعد کوذ میں ان کے بجائے علقمہ ہی تعلیم و رشد و ہدایت کی مسند پر بٹھائے گئے۔ علامہ ذہبی ان کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ :-
"انہوں نے ابن مسعودؓ سے قرآن پڑھا اور تجویز سیکھی اور تفقہ حاصل کیا اور ابن مسعودؓ کے تمام شاگردوں میں زیادہ ممتاز ہیں"

حضرت ابن مسعودؓ جس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم، اخلاق، عادات، اعمال میں نمونہ تھے۔ اسی طرح علقمہ ابن مسعودؓ میں حضرت ابن مسعودؓ کا نمونہ تھے۔ تہذیب التہذیب میں اشم کہتے ہیں کہ :-

"عمارہ سے ابو عمر نے کہا کہ مجھے ایسے شخص کے پاس لے چلو، جو اخلاق، عادات اور اعمال میں ابن مسعودؓ کا نمونہ ہو۔ عمارہ یہ سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور علقمہ کی مجلس میں جا بیٹھے"

اونی صحابی کو دیکھا ہے اور اسودہ عبد الرحمن اپنے دونوں ماؤں سے اور مسروق و ابو معمر، جہام بن الحارث، قاضی شریح سہمہن منجاب سے حدیث کی روایت کی ہے۔ فن حدیث کے امام ہیں اور حدیث میں اس قدر کمال اور تبحر تھا کہ حدیث فی الحدیث ان کا خطاب تھا۔ یعنی حدیث کی صحت اور قیام کے متعلق اور طبیب تھے۔ سعید ابن جبیر سے جب کوئی فتوے طلب کرتا تو فرماتے کہ تعجب ہے ابراہیم کے ہوتے ہوئے مجھ سے دریافت کرتے ہو۔ ان کی علمی عظمت و جلال کی یہ کیفیت تھی۔ کہ بغیر کہتے ہیں۔ سلاطین کی ہم پر جس قدر بیعت تھی، اسی قدر ابراہیم کی تھی۔ شہرت سے بہت محتاط تھے۔ درس میں ممتاز جبکہ پر نہ بیٹھتے۔ کبھی کسی علم کے باب میں بلام ریافت کے گفتگو نہ کرتے۔ ہمیشہ ایک روز نماز پڑھتے اور دو روزہ رکھتے۔

خلاصۃ التہذیب کے حاشیہ پر ابن شعیب سے نقل ہے کہ بصرہ، کوفہ، حجاز اور شام میں ابراہیم سے زیادہ کوئی عالم نہ تھا۔ اور ابن سیرین اور حسن بصری کا علم بھی ان سے زیادہ نہ تھا۔ ان کے انتقال پر علامہ شعبی نے فرمایا: مَا قَرَأَ أَحَدًا اَعْلَمَ مِنْهُ یعنی اپنے بعد کسی کو اپنے سے زیادہ عالم نہیں چھوڑا۔ کوفہ میں بجمہۃ افتاء ممتاز تھے۔ اور حضرت علقمہ کے افضل ترین شاگردوں میں سے تھے۔ ان ہی کے دامن میں تربیت پائی۔ ان کے بجائے یہی منصب علم پر بٹھائے گئے۔ تہذیب المتہذیب میں علقمہ کے بیان میں ابو ایشیہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ:-

”علقمہ ابن مسعود کا فضل و کمال و عمل میں نمونہ

ہیں اور ابراہیم تمام علوم و فہم کا نمونہ ہیں“

ابن مسعود کے تمام علوم کے بواسطہ علقمہ ہی وارث ہوئے۔ ان کے انتقال کے وقت حضرت امام صاحب کی عمر ۱۲ سال کی تھی۔ امام صاحب نے ان سے بھی روایت کی ہے۔ جب امام صاحب نے ان کو حجاج کی موت کی خبر دی تو سجدہ شکر بجالائے اور فرمایا کہ ایک سفاک ظالم سے خلق کو نجات ہوئی۔

امام حماد بن ابی سلیمان فقیہ العراق

۱۲۰ھ میں انتقال کیا۔ حضرت انس صحابی اور زید بن وہب، سعید بن جبیر، سعید بن المسیب،

عکرمہ، ابو وائل، حسن بصری، محمد بن بریدہ، عطاء شعبی، عبد الرحمن بن سعید سے جو کہا بحدیثین اور ائمہ حدیث ہیں، روایت کی اور ان سے حدیث پڑھی اور ان سے بھی بڑے بڑے محدثین نے روایت کی۔ اور ان کے حلقہ درس میں شریک ہوئے۔ امام شعبہ، ثوری، حماد بن مسلمہ، مسروق کدوم، ہشام جیسے ائمہ فن ان کے شاگرد ہیں۔ امام بخاری اور امام مسلم نے بھی ان سے روایت کی ہے۔ اور سنن، اربعہ میں کثرت سے ان کی روایتیں ہیں۔ حضرت ابراہیم نخعی کے تمام شاگردوں میں ائمہ ہیں۔ انہوں نے اپنے ربوہ ان کو فتوے دینے کی اجازت دی۔ کسی نے ابراہیم سے کہا کہ حماد فتوے دینے لگے۔ تو فرمایا کہ حماد نے اس قدر مسائل مجھ سے معلوم کئے ہیں کہ اس کا دسواں حصہ بھی دوسروں نے مل کر نہیں پوچھا۔ وہ اب فتوے دینے کے مستحق ہیں۔

تحریر کہتے ہیں کہ زہری، قتادہ اور حماد سے زیادہ کوئی فقیہ نہ تھا۔ کسی نے حماد سے پوچھا کہ تم نے ابراہیم سے حدیث سنی ہے تو فرمایا: اِنَّ الْعَهْدَ قَدْ طَالَ بَارِئًا كَهَيْمَمٍ، یعنی، میری عمر کا اکثر حصہ ان کی خدمت میں بسر ہوا ہے۔

تمام محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ ابراہیم کی حدیثوں کا ان سے زیادہ کوئی واقف نہ تھا۔ اور ابراہیم سے ان کی روایت نہایت صحیح ہوتی ہے۔ ابراہیم کے بعد ان کی سند تعلیم پر بٹھائے گئے۔ اور فقیہ العراق کا خطاب پایا۔

ہ۔ عامر بن شراحیل اشعبی علامۃ التابعین

۱۲۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۰ھ ہجری میں انتقال ہوا۔ پانچو صحابہ کی زیارت

کا شرف ان کو حاصل ہے۔ عامر اہل بکتنے ہیں کہ کوفہ، بصرہ، حجاز میں شعبی سے زیادہ کوئی عالم نہ تھا۔ خود فرمایا کرتے تھے۔ کہ بیس سال سے آج تک کسی محدث سے ایسی روایت نہیں

کشتی جس کا مجھے علم نہ ہو۔ عہدِ خلافتِ عباسیہ کے شروع ۳۲ سالہ سے ہوئی۔
 شیعہ کو مغازی کا دوس دیتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ تمام
 محدثین سے بلکہ مجھ سے بھی زیادہ یہ مغازی کو چانتا ہے۔
 صحابہ کے رو برو حدیث کا دوس دیتے اور صحابہ بھی ان کے درس
 میں شریک ہوتے۔ ابو جہار فرماتے ہیں کہ سعید بن المسیب مفتی
 مدینہ اور عطاء بن حنظلہ بصری اور ابن سیرین محدث
 بصرہ کو نہیں لے دیکھا مگر طبعی ان تمام سے افقہ ہیں۔ ابن عیینہ
 محدث کہا کرتے تھے کہ ابن عباسؓ، شعبی، انصافان ثوری اپنے
 وقت میں بہ مثل ہوئے۔ ابواسحق کہا کرتے کہ شعبی تمام علوم
 میں بے نظیر ہیں خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؓ نے ان کو قاضی مقرر
 کیا امام صاحب کے علم کے محرک اقل آپ ہی ہوئے ہیں اور
 امام صاحب برسوں ان کے حلقہٴ درس میں شریک رہے اور
 انہی کے وہ فیض میں علم کی تحصیل کی۔ علامہ شمس الدین نقوۃ
 الحفظا میں لکھتے ہیں۔ وَهُوَ أَكْبَرُ مُتَلِمِي لِبَابِ حَنِيفَةِ
 بَنِي إِمَامِ صَاحِبِ كَيْسٍ بَرُّهُ اسْتَادَہِی تَحْقِیْقاً۔

حضرت امام صاحبؒ کے علمی خاندان کے تذکرہ کے ساتھ
 یہ بھی لکھا جاتا کہ اس زمانہ میں نصابِ تعلیم کیا تھا اور ان حضرات
 صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے صرف قرآن و حدیث کی ہی
 تعلیم مروج تھی۔ آپ کے ہر مخلصے راہین نے بھی ہر شہر
 اور قریہ میں مدرسے قائم کئے اور مصلحین مقرر فرمائے۔ عہد
 قضا و رافقاء میں علماء ہی منتخب کئے جاتے تھے چنانچہ
 حضرت فاروق اعظمؓ کی مجلسِ شوریٰ کے ارکان علماء ہی
 تھے۔ دیکھاری کتاب الامتصا

ابن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نصابِ تعلیم مقرر فرمایا
 تھا صحابہ اور تابعین کے عہد تک تمام اسلامی درگاہوں میں
 وہی جاری تھا یعنی قرآن و حدیث، حدیث کی تعلیم تو محض
 زبانی یاد سے ہوتی تھی۔ البتہ قرآن کو زبانی اور لکھ کر دونوں
 طرح پڑھاتے تھے۔ اور ان کے سوائے اور تیسری شے نصاب
 تعلیم میں داخل نہ تھی۔ کیونکہ مسلمانوں میں تصنیف و تالیف کی

”منطق جہل اور فلسفہ یونان، صحابہ، تابعین،
 اور اعلیٰ ثوری، مالک اور ابو حنیفہ کا علم تھا
 بلکہ ان کے علوم قرآن و حدیث وغیرہ تھے۔“

فصل دوم

امام صاحبؒ نے کس دارالعلوم میں تعلیم پائی

اعلام الموقعین میں ہے کہ:-

”رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ رضی
 کے دور میں تین اسلامی دارالعلوم قائم ہوئے
 مدینہ منورہ میں، مکہ معظمہ میں اور کوفہ میں۔ یہی
 تین درگاہیں تہم علوم کا مرکز اور سرچشمہ تھیں
 اور تمام اسلامی دنیا میں انہی علوم کے انوار
 پھیلے اور انہی کے نور کی شعاعوں نے عرب عجم

سویہ الکوفی، ربیع بن خثیم الکوفی، شتیق بن سلمہ البودل الکوفی۔
ان کے علاوہ حارث بن قیس، مالک بن عامر، عبداللہ
بن سخرہ، خلاص بن عمر، عتبہ بن فرقد، صلہ بن زفر، شریک
بن خبیل کے نام لکھ کر علامہ ابن قیم کہتے ہیں کہ:-

"یہ گروہ محدثین کا اکابر تابعین سے ہے جو کہ ابن
مسعودؓ اور علیؓ کے خاص شاگردوں میں
ہیں۔ اکابر صحابہؓ کی موجودگی میں لوگ ان سے
فتوے لینے اور یہ فتوے دیتے تھے۔ ان میں
سے اکثر نے حضرت عمرؓ، عائشہؓ، علیؓ کی شاکری
کی ہے۔ اور عمرو بن میمون نے حضرت معاذ سے
بھی پڑھا ہے۔ ان ہی علماء میں سے حضرت
ابن مسعودؓ کے دونوں صاحبزادے بھی ہیں۔
اور عبدالرحمن بن ابی لیلیہ نے ایک سو بیس صحابہؓ
سے روایت کی ہے۔ ان کے حلقہ درس میں
صحابہؓ شریک ہوتے اور حدیثیں سنتے تھے
ابن حارثؓ کہا کرتے تھے کہ کسی عورت نے
ان کے مثل لڑکا نہیں جتا۔ یہ محدثین پہلے طبقہ
کے ان لوگوں میں ہیں، جو ائمہ فرائد و مجتہد تھے
اور حکومت اسلامیہ کی طرف سے قاضی اور
مفتی کے عہدوں پر مامور ہوتے تھے۔ ان
کے سوا اور بھی بہت سے محدثین اس طبقہ
کے کوفہ میں تھے۔"

اس میں ابراہیم نخعی، قاسم بن عبدالرحمن بن
عبداللہ، ابی بکر بن ابی موسیٰ، محارب
بن دثار، حکم بن عتبہ، جبلیہ بن سہیم وغیرہ ہیں۔

تیسرے طبقہ میں حماد بن ابی سلیمان، سلیمان صغریٰ،
سلیمان اعشى، مسعر بن کدام وغیرہ ہیں۔
چوتھے طبقہ میں محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیہ، عبداللہ
بن شبرمہ، سعید بن اشوع، شریک الفاضل،

کے ذرات کو چمکایا۔ مگر معظمہ کی درگاہ کے مدرس
اعلیٰ حضرت عبداللہ بن عباسؓ تھے۔ مدینہ منورہ
میں حضرت عبداللہ بن عمرو زینون ثابت اور
کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

اسی طرح مجسم البلدان میں کوفہ کے بیان میں امام احمدؓ سے حضرت
سفیان ثوری امام المحدثین کوفہ کا جنہوں نے سات ہزار حدیثوں
کی روایت کی ہے۔ یہ منقول نقل کیا گیا ہے:-
"احکام حج کے لئے مکہ، قرأت کے لئے مدینہ اور
حرام و حلال کے لئے کوفہ مرکز ہے۔"

یہ عام مثل مشہور ہے کہ درخت اپنے چل سے پہچانا جاتا
ہے چنانچہ کوفہ کے دارالعلوم کی تعلیم و احسن انتظام کا عملی
ثبوت یہ ہے کہ اس نے ایسی کثیر جماعت محدثین اور فقہاء
و قضات کی تیار کی، جو بلاد اسلامیہ کے قاضی اور مفتی کے
عہدوں پر ممتاز ہوئی اور تفقہ و اجتہاد میں ان کا ترسہ
نہایت اعلیٰ تھا۔ حضرت امام صاحب کے زمانہ تک جو ایسے
طلبہ اس دارالعلوم سے فارغ التحصیل ہو کر نکلے۔ ابن قیم نے
ان کو پانچ طبقوں میں بیان کیا ہے۔ ہم بوجہ عدم گنجائش
اس مختصر رسالہ میں ان بزرگان کے علم و فضل و تقدس کے
مفصل حالات لکھنے سے معذور ہیں۔ اس لئے صرف ان کے
نام لکھنے ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔ شائقین کتب سیر کا
مطالعہ فرمائیں۔

پہلا طبقہ | علامہ شعبی الکوفی، علقمہ ابن قیس الکوفی، ابو
بن یزید الکوفی مفتی۔ عمر بن شریک الکوفی محدث،
سروق بن الاعدس تنبخی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، عبیدہ
بن عمر الکوفی فاضل اجل شیخ بن الحارث الکوفی قاضی بستان
بن ربیعہ الکوفی قاضی، سوید بن غفلہ الکوفی۔ عبدالرحمن بن
یزید الکوفی، سعید بن جبیر الکوفی، عبداللہ بن عقیقہ الکوفی،
خثیمہ بن عبدالرحمن الکوفی، سلمہ بن صہب الکوفی، زین شیش الکوفی،
عمرو بن میمون الکوفی، ہام بن حارث، العابد الکوفی، حارث بن

ہوتی تھی۔ شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا میں فرماتے ہیں کہ:-

”صحیح حاکم میں شعبی سے روایت ہے کہ صحابہؓ

میں چھ قاضی تھے۔ جن میں سے تین مدینہ میں

تھے۔ اور تین کوفہ میں۔ مدینہ میں عمر، ابی، اور

زید اور کوفہ میں علی ابن مسعود اور ابو موسیٰ تھے“

حضرت ابن مسعودؓ کے ذکر میں بحوالہ اعلام مسروق کا یہ قول

نقل ہو چکا ہے کہ تمام صحابہؓ کا علم چھ میں تھا اور ان چھ

کے علوم کا خزان ابن مسعود اور جناب علی رضی تھے۔ ان دونوں

کا ابراہیم علم شرب کی پہاڑیوں سے اٹھا اور کوفہ کی وادیوں

میں برسا۔ ان دونوں آفتاب و ماہتاب کی علمی شعاعوں

نے ریگستان کوفہ کے ذرہ ذرہ کو چمکا دیا تھا۔ جیسا کہ

حضرت ابن مسعودؓ کے ذکر میں بیان ہو چکا ہے۔

عبدالجبار بن عباس کہتے ہیں کہ میرے والد نے عطاء

بن ابی رباح محدث مکہ سے مسائل دریافت کئے۔

انہوں نے پوچھا کہ تمہارا مکان کہاں ہے؟ عباس رضی

نے کہا کوفہ میں۔ عطاء نے فرمایا۔ تعجب ہے کہ تم مجھ

سے مسائل دریافت کرتے ہو۔ حالانکہ مکہ والوں نے تو علم

اہل کوفہ سے سیکھا ہے (طبقات ابن سعد)

مندرجہ بالا واقعات کوفہ کے دارالعلوم اور دارالحدیث

ہونے کے کھلے اور روشن نشان ہیں جو شخص آنکھیں

بند کر کے ان نشانوں کے خلاف روش اختیار کرتا ہے

تو سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ اپنے دل کی تاریکی اور

سوزش پر ایک مضبوط شہادت قائم کرتا ہے۔

(باقی آئندہ)

شمس الاسلام کی توسیع اشاعت
ہر دیندار مسلمان کا فرض ہے۔
(مینچر)

قاسم بن من، سفیان ثوری، ابو حنیفہ، حسن بن صالح وغیرہ

میں حفص بن غیاث، وکیع بن الجراح، اصحاب

ابن حنیفہ، زفر بن ذیل، علاؤ بن ابی حنیفہ،

حسن بن زیاد، محمد بن حسن، عافیتہ القاسمی، اسد بن عمر الفرج

بن وراج القاسمی، اصحاب سفیان ثوری، یحییٰ بن آدم،

علامہ ابن قیم نے یہ فہرست تمام محدثین کوفہ کی نہیں

دی کیونکہ وہ تو ہر ایک مھر دار الحدیث اور کچھ بچہ اس کا

محدث تھا۔ تہذیب التہذیب میں ہے کہ:-

”حماد فقیہ العراق جب حج سے واپس آئے،

تو فرمایا۔ اے اہل کوفہ! میں تمہیں خوشخبری

دیتا ہوں کہ کوفہ کے کہیں لڑکے عطا، طاؤس،

مجاہد، محدثین مکہ سے آفتہ تھے“

اس لئے فہرست مندرجہ بالا ان ہی محدثین کی ہے، جو

اپنے طبقہ میں فن روایت و روایت کے جامع اور مجتہد

اور امام اور مناصب افتا یا قضا سے ممتاز تھے۔ ورنہ ابن

سعد نے اپنے طبقات میں علمائے کوفہ کا تذکرہ ایک مستقل

اور بڑی جلد میں کیا ہے۔ اور اس میں بھی تمام علمائے

کوفہ کا ذکر نہیں بلکہ صحابہؓ سے تیسری صدی تک کے وہ

علماء درج ہیں جو فقیہ ہیں جیسا کہ ابن سعد خود لکھتے

ہیں کہ:-

”اس جلد میں از علماء، فقہاء صحابہؓ و تابعین

کا ذکر ہے، جو کوفہ میں تھے“

ابن سعد نے اس چھٹی جلد میں اپنی شرط کے موافق (۱۰۰۶)

فقہائے کوفہ کا تذکرہ کیا ہے جن میں ۵۰ اصحاب ہیں۔ اور

ان کے بعد فقہائے کوفہ کے طبقات بیان کئے ہیں۔ اس

جلد کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ کوفہ میں تین سو صحابہ وہ

تھے جو بیعت شجرہ میں رضی اللہ عنہم و رضوانہ علیہ کی

سند سے چمکے تھے۔ اور پھر صحابہ وہ تھے جن کو غزوہ بدر میں

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی کی عزت و بزرگی حاصل

اسلامی تہذیب اور مغربی تہذیب

(۳)
از جناب مولانا سید سیاح الدین صاحب کابغیل خلیفہ جامع مسجد شکر درہ ضلع کوٹاہ

اسلامی تہذیب و تمدن، اسلامی معاشرت، اسلامی نظام، ایسی اصطلاحیں ہیں، جن کے مفہوم ہی میں یہ داخل ہے کہ مذہب اسلام کے ساتھ ان کو کچھ تعلق و مناسبت ہے۔ اسلامی قوانین کا سارا وار و مدار قرآن مجید کی آیات و نیتات اور نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال پر ہے۔ اور اسی طرح حضور کے ارشاد اور صحابہ کرام کے متعلق عدول اُمت اور نجوم ہدایت ہونے کی شہادت کی بنا پر غلغلا راشدین اور دوسرے صحابہ کرام کی مقدس ہستیوں کی سنت سنید اور تعامل کو بھی یہ درجہ حاصل ہے۔ کہ ان کی زندگی سے اسلامی قانون کو اخذ کیا جاسکتا ہے۔ اور ان کی پیروی صراط مستقیم پر چلانے والی ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:-

”علیکم بسنتی و سنتہ الخلفاء الراشدین المحدثین من بعدی تمسکوا بہا وعضوا علیہا بالنواجذ“ ارشاد ہے:-
”الی لا اذیری ما بقائی فیکم فاقصدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر“ (رواہ الترمذی) ”صحابی کالبخیرم یا ایہم اقتدیتم اہتدایتہم“ (دزین) ”خیوامتی قرنی شہ الذین یلونہم ثم الذین یلونہم“ ”اگر موصا صحابی فانہم خیار کمرثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ثم یظہر الذین یلونہم“ اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:-

”من کان مستنًا فلیستن بمن قد مات فان الحی لا قومن علیہ الفتنة اولئک اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم“ ترجمہ ”اگر کسی کو کسی کے طور و طریقہ پر چلنا ہے، تو چاہیئے کہ ان لوگوں کی راہ چلے، جو وفات پا چکے ہیں، اس لئے کہ زندوں پر فتنوں سے بچنے کا اطمینان نہیں اور وہ حضرت محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کے صحابہ کرام ہیں۔ جو اس اُمت پر حرم کے بہترین لوگ تھے، جن کے قلوب ساری اُمت سے زیادہ نیک تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے علم و فضل سے ان کے باکمال مختلف کرتے ہی نہ تھے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کی استواری کے لئے ان کو پسند کیا۔ پس تم ان کی فضیلت اور قدر و منزلت پہچاننا اور علم و عمل میں ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرو اور جہاں تک ہو سکے ان کے اخلاق اور سیرت طیبہ کو مضبوطی سے قبضہ میں رکھو۔ اس لئے کہ بس وہی حضرت سید عالمؐ راستہ پر چلنے والے تھے۔

کانوا افضل حذوہ الامۃ واتبعوا قلوبا واعمقہا تکلفا اختارہم اللہ مصعبۃ نبیہ ولا قامۃ دینہ فاعرفوا لہم فضلہم واتبعوا علی اثرہم و تمسکوا بما استعطتہم من اخلاقہم و سیرتہم فانہم کانوا علی الھدایۃ المستقیم (دزین جو الہ مشکوٰۃ شریف)

اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ان حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر زندگی کے ہر شعبہ میں خدا و رسول کی مرضی کے موافق چلنے کا طریقہ سیکھا اور اپنی والہانہ عقیدت و محبت سے حضور کی ہر ادا کو بدول و جان قبول کیا۔ عبادتی اور شرعی امور کے علاوہ عادی امور میں بھی انہوں نے حضور کی ایسی پیروی کی جس کی نظیر دنیا کی کوئی دوسری قوم اور دوسری کوئی اُمت اپنے بزرگوں اور پیشواؤں کے ساتھ پیش نہیں کر سکتی چنانچہ ذخیرۂ احادیث میں اس کی مثالیں سیکڑوں کی تعداد میں مل سکتی ہیں۔ ان کے بعد تابعین اور تبع تابعین کا مبارک

ہی رہیں گے۔ ایسی ہم حال کوئی سے پہچانیں گے اور حق کو حال سے نہیں پہچانیں گے۔

آج کل تہذیبی جہلوں کے لئے کامقصد یہ تھا کہ جب ہم اسلامی تہذیب و معاشرت کو معلوم کرنا چاہتے ہوں تو چاہئے کہ ہم سچے کے وسائل کو چھوڑیں۔ موجودہ زمانہ کے مسلمان کہلاتے جانے والی قوتوں کی زندگی کے قوانین اور ان کے اجتماعی اور انفرادی اصول معیشت سے قطع نظر کریں۔ اور اسلام کے چند فیض کے منبع حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کرامؓ اور "والذین اتبعوا ہوا باحسان" سلف صالحین کے واقعات و حالات کو زیر غور رکھیں۔ جنہوں نے ساری دنیا کو تہذیب و تمدن سے آشنا کیا اور جن کے طفیل سے یورپ و ایشیا اور ہر عظم اثر میں صمیم انسانیت پھیل گئی۔ اور اسلام کی عالمگیر روشنی سے انہوں نے ساری دنیا میں اُجالا کر دیا۔

متحدین کا ایک غیر معقول جواب

آج ہم کسی مسلمان کو غیر اسلامی وضع و قطع اور مغربی لباس میں بلبوس دیکھتے ہیں۔ ایک کٹا ساتھ ہے۔ سینہ دیکھنے

کے لئے شرک پرست گنہگار چال سے منہ میں سگریٹ رکھ کر جا رہے اگر رنگت گوری نہیں تو وہ تو قسام ازل کی "تنگ بخشی" ہے جو اپنی قدرت بس کی چیز نہیں۔ پھر بھی پوڈر لگانے میں دیرین تو نہیں کیا۔ اس کے سوا بھی اپنی طرف سے پوری کوشش کرتا ہے کہ کسی چیز میں انگریز بہادر سے کمی واقع نہ ہو جائے۔ اگر قریبی فاصلہ سے کالا رنگ پردہ دری کرے تو خیر، مگر دُور سے دیکھنے والا تو ضرور یہ سمجھے کہ کوئی "صاحب" تشریف لا رہے ہیں۔ ایسے وقت میں اگر اس کو غیر خواہانہ نصیحت کرتے ہیں کہ بھائی! آپ نے جو شکل و صورت اختیار کر رکھی ہے جس ہمت سے جس مقصد کے لئے جا رہے ہیں، یہ اسلامی چیز ہرگز نہیں، یہ غیر مسلم قوم کے ساتھ تشبیہ ہے۔ آپ ایسے طرز سے رہتے کہ دُور سے آپ کو دیکھتے ہی ہر کسی کو یہ معلوم ہو سکے کہ یہ آقائے مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلقہ بگوش غلام ہے۔ کسی بادشاہ کی فرج کا سپاہی ہو کر اس کے

دُور شروع ہو جاتا ہے۔ وہ بھی حسب ارشادِ نبوی "غیر القرون" نہیں داخل ہے۔ اگر مجتہدین اور بڑے بڑے ائمہ کرامؓ نے بعد کے محدثین نے روایتیں کی ہیں، اسی زمانہ میں گذرے انہوں نے حدیث کے ضبط و تدوین اور حضورؐ کی زندگی کے ہر چھوٹے سے چھوٹے واقعہ کی تحقیق و تہتیش میں نہایت کمال لگائی ہے کوشش کی اور ان علمی کاوشوں کے علاوہ خود عملی طور سے بھی حضورؐ کی سنت پر نہایت پابندی اور عظمتی سے عمل پیرا رہے۔ اور انہی حضرات کو ہم سلف صالحین سے تعبیر کرتے ہیں۔ پس ان حضرات کا قائل اور ان کی روایات اور ان کے اجتماعی مسائل اور ان کے استنباط کردہ جزئیات کو اسلامی قانون کا اساس اور اصل الاصول قرار دیا جاسکتا ہے۔ اسلامی تہذیب اکی کو کہا جائے گا۔ جس کو انہوں نے اسلامی تہذیب کہا ہو۔ اور صرف وہ نظام اسلامی کہلائے جانے کا مستحق ہے۔ جو ان کے مقرر کردہ اصول کی بناء پر "اسلامی" کا لقب پاسکے۔ زید و عمرو کے تعامل اور اس کی زندگی کے اصول کو یا کسی ایسی قوم کے کارناموں اور اصول معاشرت کو جو اپنے آپ کو مسلمان کہلائے جانے کی مدعی ہو، اسلامی تہذیب و معاشرت اس وقت تک کہا نہیں جاسکتا جب تک وہ قرآن و حدیث اور سلف صالحین کے فرمودہ اصول کے ساتھ بالکل مطابقت نہ ہو جائے اور کسی بڑے سے بڑے مدعی اسلام سلطان یا امیر و وزیر، عالم و فقیہ، شیخ و بزرگ کا قول و عمل اس وقت تک قابل استناد نہیں جب تک یہ بتلا یا نہ جائے کہ فلاں حجت شرعی کی بناء پر وہ اس چیز کا قائل و عامل رہا ہے جبکہ کسی عالم و بزرگ کی مقبولیت اور مقتدا ہونے کا دار و مدار بھی اسی پر ہے کہ اس نے شریعت اسلامیہ کو اپنا مقبول و مقتدا بنایا اور وہ شریعت مقدسہ کے صراطِ مستقیم پر علی و ہدیٰ صاف چل رہا ہے۔ رضائے خداوندی کا طالب ہے۔ الہی احکام کا فرما رہا ہے۔ اس لئے اس کی رہنمائی میں ہم بھی اسی رستہ پر اس کے قدم بہ قدم چلتے جا رہے ہیں "وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَىٰ هَا" اور "مَنْ كُنْزُوا مَعَ الصَّادِقِينَ" جب تک وہ سچے ہوں گے ہم ساتھ

دشمن کی فوج کی وردی پہننا سخت ترین جرم ہے۔ آپ اس سے باز آئیے۔ اسی برادرانہ اور مخلصانہ نصیحت پر تشریف ہو کر جواب بھی ملتا ہے کہ تم مولویوں نے اسلام کے دائرے کو بہت تنگ کر دیا ہے۔ کنوئیں کے مینڈک ہو، دنیا کے حالات سے تمہیں کچھ آگاہی نہیں۔ تمام اسلامی ممالک ترکی، ایران، مصر وغیرہ میں یہی طرزِ معیشت، یہی معاشرت، یہی تہذیب و تمدن ہے۔ مصطفیٰ کمال، رضا شاہ پہلوی نے اسی چیز کو اختیار کر کے ترقی کر لی۔ قوم کی حالت کو سنو اور اس لئے تو اصلاح "و ترقی" کی راہ میں روڑے اٹکانے والے ملا و مشائخ انا ترک نے تیغ اور جلا وطن کئے۔ کران کی ان تنگ نظریوں اور قیاسوں سے ترکی قوم برباد و تباہ ہوتی رہی۔ اور یورپ کے مقابلہ میں مرد بیمار کی حیثیت حاصل کر لی۔ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ وہ کسی تمدن و تہذیب کے اپنانے سے انکار نہیں کرتا۔ اسی طرح ایسے حضرات کو اگر کوئی دائرہ ہی مومچ کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعامل اور قولی حدیث پیش کر کے اس کی ضرورت و اہمیت کا احساس دلانے تو بس فوراً یہی جواب ملتا ہے کہ کیا ترکی، عرب مصر کے لوگ مسلمان نہیں بس مولویوں نے ہی سنت سیکھی ہے۔ حنفی نے تو اپنے ملک کے دستور اور اپنے زمانہ کے عام رواج کی بنا پر ریش مبالغہ کو باقی رکھا تھا۔ یہ کوئی شرعی حکم تو نہیں۔ ہم کو اپنے زمانہ کے عام رجحان کا خیال رکھنا چاہیے۔ مولوی صاحب! ہم نے مصر جا کر دیکھا ہے کہ جسے بڑے عالم، مدرس، امام، خطیب دائرہ یاں منڈائے اور مکرراتے ہیں۔ ہم نے اسلامی حکومتوں کے وزراء اہماء اور دوسرے ارکان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ دائرہ یاں بالکل نہیں رکھتے۔ ہم شب و روز ان کے نوٹ دیکھتے رہتے ہیں۔ کسی کی بھی دائرہ یاں نہیں۔ ہاں مصر میں یہودیوں کو دائرہ یاں رکھنے ہوئے دیکھا اور سننا ہے۔ کیا مصر جیسے اسلامی مرکز میں جس میں ہزاروں کتب خانے، مطبعے اور مدرسے واقع ہیں۔ دنیا کی عظیم الشان یونیورسٹی جامعہ ازہر وہاں واقع ہے۔ اسلامی حکومت ہے۔

وہاں پر دائرہ یاں رکھنے کو تو کوئی اسلامی شعار نہ سمجھے اور ہم غلام ہندوستانی مولوی چند حرف پڑھ کر ہمیں دائرہ یاں رکھنے پر مجبور کر رہے ہو۔ کہ یہ بھی شعائر اسلامی میں سے ہے چمن ہند کے ٹوہنیاں پودے، جن کی آبپاری کالجوں کی تعلیم ہوئی ہے۔ ہمیشہ یہی چیز پیش کیا کرتے ہیں اور لمحوں کے سردار "ماسٹر مشرقی" نے بھی قولی فیصل میں یہی چیز پیش کی ہے۔ "جامعہ ازہر کے ایک ہزار طلبہ نے میرا استقبال کیا۔ وہ سب صفحہ چٹ تھے۔ ہندوستان کے ملاؤں کی طرح کسی کی بھی دائرہ یاں نہ تھی اور خود شیخ ازہر کی دائرہ یاں بھی ایک انچ سے زیادہ لمبی نہ ہوگی" الخ

ماسٹر مشرقی کے اکاذیب و ابھیل تو شہرہ آفاق ہیں۔ پروپیگنڈے کے فن کا بالفاظ دیگر دجل و تبلیس کا تو وہ امام ہے۔ اور باقی تجدیدین بھی "سب زرد و براد شغال" کی بنا پر جھوٹ بولنے اور باطل آرائی میں پورا کمال رکھتے ہیں۔ اس لئے روایتی لحاظ سے بھی اس جواب میں کافی گنجائش بحث موجود ہے۔

لیکن یہاں پر بحث کو مختصر کرنے کی غرض سے

کیا ترکی اور ایران کا طرزِ عمل مسلمانوں کے لئے حجت ہے؟

ہم اس میں پڑنا ہی نہیں چاہتے کہ مشرقی یا دوسرے تجدیدین کی یہ روایتیں مصر کے تمام علماء کرام اور مشائخ کے بارے میں کہاں تک صحیح ہیں۔ یا انہوں نے کس قسم کے لوگوں کو دیکھ کر اپنی تائید کے لئے بہانہ ڈھونڈا ہے۔ صرف عرض یہ ہے کہ اگر آپ اسلام کے دعویدار ہیں۔ قانون اسلام کے احرام کا دل میں کچھ جذبہ قرآن و حدیث کو تمام اسلامی احکام کا اساس یقین کرتے ہیں تو پھر قرآن و حدیث سلف صالحین کے تعامل قانون اسلام کی کسی مدون کتاب سے اپنی تائید پیش کیجئے۔ ترکی اور ایران کو سامنے لانا کیا کام دے سکتا ہے۔ ایسے افراد اور ایسی

قوموں کے تعامل سے استناد کرنا بالکل کافی نہیں۔ جو قرآن حکیم کے صریح نصوص کو ٹھکر کر ملک میں ایسا نظام اور ایسے قوانین جاری کرے جن میں غیروں کی نقالی کے سوا اور کسی قسم کی دلکشی اور خوبصورتی نہیں۔ جو یورپ کی اندھی تقلید کو معراج ترقی سمجھیں۔ یورپ کی عیاشی اور مادر پدر آزاد آورہ گرد عورتوں کے ساتھ مساوی درجہ میں کرنے کے شوق سے نوجوان بیٹیوں، بہنوں کو بے پردہ کرنے میں کچھ باک محسوس نہ کریں۔ اسلامی غیرت مشرقی حمت سب کچھ بالائے طاق ہو۔ اور نیم برہنہ عورتوں کو ساتھ لیکر سینماؤں تھیٹرؤں اور تفریح گاہوں کی سیر کریں۔ خود بھی ناچیں اور ان کو بھی ساتھ نچوائیں۔ مصوری اور مجسمہ سازی میں سنت آفری کو زندہ کر رہے ہوں۔ کیا آپ کا انا ترک اور ترکی قوم کا ڈکٹیٹر اعظم اسلامی نقطہ نظر سے اس قابل ہے کہ اس کے نظریات و افکار کو دوسرے مسلمان بھی مسلمان ہو کر قبول کر سکیں گے۔ اس نے تو دوسرے بے دینوں کی طرح قرآن مجید کے حکمت کی کوئی تاویل بھی نہیں کی۔ کسی آیت کو اپنی رائے کے موافق کرنے کے لئے کسی ضعیف روایت کی آڑ بھی نہیں پکڑی۔ بے ہمتی میں سے کسی کے قول کو ترجیح دینے کا بہانہ بھی نہیں بنایا۔ بلکہ صاف اور کھلے الفاظ میں قرآن حکیم کے قوانین میراث دیوانی، فوجداری وغیرہ کو ناقص ٹھہرا کر ان سب کو یک قلم موقوف کر دیا۔ اور یورپ کے غیر الہی غیر ملکی اور انسانوں کے بنائے ہوئے قانون کو نافذ کر دیا۔ اگر یہ سب کچھ اسلام ہے تو پھر تو گویا صغیر زمین پر کفر موجود ہی نہیں اور پھر تو آپ کا فرمانا کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اس معنی کر کے بالکل ٹھیک ہے۔ یہ نہ کہنے کہ اسلام کا دائرہ وسیع ہے بلکہ یہ فرمائیے کہ اسلام کا کوئی محیط دائرہ ہے ہی نہیں جس سے آدمی کل کر غیر مسلم کہلایا جائے۔ یہ ایسے لوہے کی لاث ہے کہ بی تمیزن کے دھنوکے طرح یہ کسی طرح ٹوٹتا ہی نہیں۔ آپ سب کچھ کیجئے مگر یہ وضو کبھی نہیں ٹوٹے گا۔ بھائی! ہم تو عالمگیر کے یہی معنی سمجھتے تھے کہ وہ تمام دنیا کے دوسرے مذاہب اور تمام اقوام عالم کو اپنے اند جذب کرتا ہو گا۔ اور دنیا کی باقی تہذیبوں و دوسرے نظاموں کو ہٹا کر بس ایک

ہی نظام جاری کرتا ہو گا۔ مگر متجربین کی نعت اور مصلحتات بھی جدید ہوں گے جن کے سمجھنے سے ہمارا فہم نارسا قاصر ہے۔ اس نئی نعت میں شاید عالمگیر کے معنی یہ ہیں کہ وہ ہر قوم کی تہذیب و معاشرت اور رسم و رواج کو اپنا ہی سمجھتا ہو اور ہر ترکی طرح ایسا پچھلدار ہو کہ ہر قدم قامت پر راست آ سکے۔ ہندو کی کوئی ادا پسند آجائے تو اس کو بلا تاویل قبول کرے۔ اور مغرب کی کوئی دلبرانہ خیال ڈھال دل کو بھلے، تو اس کے قبول کرنے میں کچھ عار نہ ہو "گنگا گئے تو گنگا رام اور جمن گئے تو جمنادہاں" کوئی مستقل نصب العین نہ ہو۔ کوئی مخصوص و ممتاز طور و طریقہ نہ ہو، بلکہ وہی حالت ہو کہ

برخے بردا ز دل گذر دہر کہ ز پیشم

من قاش فروش دل صد پارہ نویشم

پس انا ترک، پہلوی، یاد دوسرے" اسلامی مالک کے موجودہ

نظریات اور ان کا سارا تمدن و معاشرت وضع و قطع تہذیب کی نقالی پچھلاری خود فراموشی پر مبنی ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ وہ ایک حد تک غیر قوموں کی غلامی سے آزاد ہیں۔ مگر جب ان کے دماغ و قلوب افکار و قوائے عمل غیروں کے محتاج اور دست نگر ہیں۔

اور ان کی نقالی پر سارا نظام حکومت چل رہا ہے۔ اسلامی قانون پس پشت ڈال لیا گیا ہے۔ عربی زبان اور عربی رسم الخط سے نبض و عداوت ہے۔ اپنی زبانوں سے چھانٹ چھانٹ کر عربی الفاظ جلا وطن کئے جا رہے ہیں۔ رستم و سہراب کو زندہ کرنے کی کوششیں ہیں۔ ترکی میں جج کے لئے سفر کرنا قانوناً منع ہے (وغیر ذلک) تو

ایسی برائے نام آزادی سے ہمیں مذہبی حیثیت سے کیا خوشی حاصل ہو سکتی ہے۔ صرف ملکی آزادی تو مکمل طور سے جاپان کو بھی حاصل ہے۔ ہمارا دی ترقیات میں آجکل بر اعظم ایشیا میں

تو سب سے بڑھ کر ہے ہی، یورپ کی بڑی بڑی حکومتوں کا بھی ہم پتہ ہے۔ تجارتی ترقی اس حد درجہ تک پہنچ چکی ہے کہ دنیا کے سارے بازار پر اس کا قبضہ ہے۔ ترک و ایران کی مادی ترقی

کی حالت تو یہ ہے کہ ایک سوئی بھی آج تک مندی میں پیش نہ کر سکے مادی ضرورت زندگی کی کوئی معمولی سے معمولی چیز بھی اسلامی

کہہ دیتا نہیں کہ جس کے گھر کا پانی کی ان ترغیبات سے اسلام کی ترقی اور مسلمان قوم کی مذہبی ترقی کو کچھ بھی تعلق نہیں۔ ترکی اور ایران کا یہ غلط ترین اقدام ہے کہ انہوں نے مقدس مذہب اسلام کے اصول اور مبنی تہذیب سے منہ موڑ کر اپنے دشمن یورپ کی عاید تقلید شریعت کی اور صحیح اسلامی روح فخر کے خیالی امداد و پشت اور ساری دنیا کے مسلمانوں کی دعاؤں اور سجدوں کو کھو دیا۔

اتاترک اور رضا شاہ کے متعلق ڈاکٹر سراقبال مرحوم کے

ارشادات

اسی موقع پر ہندوستان کا ایک بڑا اہل حق و اتاترک کا بدلہ ہے میری ضرورت مخالفت کرے گا۔ اور دلائل و براہین کو چھوڑ کر وہی پرانا طعنہ استعمال ہی لائیں گے کہ یہ ملانہ تنگ نظری ہے۔ "مردانِ فاضل" کے مقابلہ میں ان جبر و تشیعوں کی کوئی کیا سنے۔ یہ تاریک و لغت سیاست کے ہول اور مہر و شکست کی انگلیوں کو کیا جانتے ہیں۔ مکین و تفسیق توان کا مشغلہ ہے۔ ہندوستان میں بیٹھے ہوئے "مجاہدین اسلام" بے حس کر رہے ہیں۔ اس لئے میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کے مسندِ محکم مشرق "فلسفہ اسلام" ڈاکٹر سراقبال مرحوم کے چند اشعار پیش کر کے آپ کو توجہ دلاؤں جو نہ سمجھنا نہیں "ملا و صفی" ہے امداد ہر وقت جانتا ہے بیٹھنے والا جن کو "اسرا" سلطانِ منجھٹے گئے ہیں" وہ جو فی سبیل اللہ جہاد کرتے والے ہیں ان کی طرح فی سبیل اللہ فساد کرنے والے نہیں۔ آپ لوگوں کا محرم نام ہے۔ گھر کا بھیدی ہے اور صرف اس خیال سے نقل کر رہا ہوں کہ "وہ شہید شاہد" جی اچھا لڑکے طور سے آپ پر اتمامِ حجت ہو لیکن یہ کہ سراقبال مرحوم کے خیالات اثر انداز ہو کر آپ میری موافقت پر مجبور ہو جائیں۔ کیونکہ اہل شخصیت پرستی کا رازانہ ہے شہرت و ناموری اور انگریزی حروفِ بھٹی کا دم چھٹا ساتھ گنگا جی و صداقت کا سیارہ ہے۔ کمزور شخصیتیں ڈگریوں سے مرعوب ہوجاتی ہیں۔ اس لئے جب بھارے مولوی کے پاس یہ سیالان نہیں تو اس کا مذہب بھی غلط اور اس کی سیاست بھی غلط اور وہ ہر طرح

قبائلی طاقت کو مدد دے گا۔ اشعارِ حاضر ہوں :-

اتاترک کے متعلق

مصطفیٰ کو اتحاد دے سرود گفت نقشب کہنہ را با پیہ زودود
(ترجمہ) تجدد کے گن گانے والے مصطفیٰ کمال نے کہا کہ پڑانے
نقشب کو مٹا دینا چاہیے

لو نہ گرد کہہ را غبت جات گزہ افرونگ آیدش لات و غبت
(ترجمہ) اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ یورپ سے لائے ہوئے تتوں

کے ذریعے خانہ کعبہ کی آرائش نہیں ہو سکتی

ترک را تہمتی در جنگ نیست تازہ اش جو کہنہ افرونگ نیست

(ترجمہ) ترک کے جنگ سے کوئی نیا تہمت پیدا نہ ہو سکتا۔ اس کا اتحاد

کیا ہے یورپ کی فرود تہذیب

سیٹہ اور ادے دیگر نبود دشمنِ دشمن علیے دیگر نبود

(ترجمہ) اس کے سینے میں ایسا بیج ہے کہ وہ اس کی ضمیر میں عالم

ملکوت کی روشنی نہیں دیتی

لاجرم با عالم موجود ساخت مشعل ہوم از سوزاں علم گداخت

(ترجمہ) مجبور اس نے یورپ کی نئی تہذیب پر کشف کیا اور اس کی گری سے ہوم کی طرح بجھل کر رہ گیا۔

زندہ دل خلاق عصا دیو جانش از تقلید گرد نہ خور

(ترجمہ) "زندہ دل و وسروں کی نقل نہیں اتارا کرتا" دو تو اپنی زمین

اور اپنا آسمان خود تیار کرتا ہے

چون مسلماناں آرداری جنگ دشمنِ تویش و در قرآن مگر

(ترجمہ) اگر تم سچے مسلمانوں جیسا روشن سینہ رکھتے ہو تو اپنی ضمیر

اور قرآن کریم میں غلط کرنا شروع کر دو

صد جہان تا بدو آگاہ است عصر اچیدہ و درانات است

(ترجمہ) "قرآن حکیم کی آیتوں میں سنسنی نہی تہذیبیں لپی

ہوتی ہیں اور اس کا ایک ایک حرف ایک نئے تمدن کا بیج ہے

یک جہانش عصر حاضر است گیر اگر دینہ دل بخی رہا است

(ترجمہ) قرآن کی ایک ایک تہذیب اس نئی تہذیب کو فنا کرنے

کے لئے کافی ہے۔ اگر تھارے سینہ میں معنی رس دل موجود ہے تو قرآن اٹھا کر دیکھ لو!

بندہ مومن زکایات خداست ہر جہاں اندر برادرچوں تھا
(ترجمہ) "مسلمان خدا کی ایک عجیب و غریب نشانی ہے کہ قبائلی طبع اس کے جسم پر تہذیب پوری آسکتی ہے۔"

رضاشاہ پہلوی کے متعلق

ایران کے متعلق رضاشاہ پہلوی کی موجودہ ترقیات اور اصلاحات کا ذکر اس طور سے فرماتے ہیں کہ :-

بعد مدت چشم خود بر خود کشا لیکن اندر حلقہ دلے قناد
(ترجمہ) "اس نے مدت کے بعد ملک اٹھت کی خستہ حالی کو محسوس کیا لیکن فوراً ہی دام کے حلقہ میں پھنس کر رہ گیا۔"

کشتہ ناز بجان شوخ و شنگ خان تہذیب و تقلید فرنگ
(ترجمہ) "وہ تو شوخ و شنگ مشوق کا کشتہ ناز ہے۔ بخلا تہذیب و جدید کا علمبردار ہے اور حقیقت یورپ کا نقال!"

کارکن وارفتہ ملک و نسب ذکرشاپورا ست و تحقیر عرب
(ترجمہ) "اس وطن پرست اور نسب پرست کا کام بس یہ رہ گیا ہے کہ شاپور کا نام اچھالتا رہے اور عربوں کی تحقیر کیا کرے!"

روزگار او تہی ازواروات از قبور کہنہ می جوید حیات
(ترجمہ) "وہ دل کی روشنی سے محروم ہے۔ تب ہی تو پرانی بوسیدہ قبروں سے زندگی کی امید رکھتا ہے!"

با وطن پیوست از خود در گذشت دل پرستم داود از جید در گذشت
(ترجمہ) "وہ وطن پرستی کے نشہ میں خودی کو بھول گیا۔ رستم کا عاشق ہوا اور جید کو گرا کر فراموش کر گیا!"

نقش باطل ی پیرد از فرنگ سرگذشت خود گیر از فرنگ
(ترجمہ) "افسوس! وہ بوسے باطل تہذیب لے رہا ہے۔ اس کو تو یورپ کی زبان سے اپنی کہانی سن لینے چاہئے تھی!"

پیری ایران زمان یزد جرد چہرہ ادبے فردغ از خون برد
(ترجمہ) "جبکہ یزدگرد کے زمانہ میں ایران بڑھا ہو چکا تھا۔ اس کا چہرہ

بے نور اور اس کا خون سرد ہو چکا تھا!

آہ احسان عرب نشناختند از تشن افرنکیاں بگداختند
(ترجمہ) "افسوس وہ عربوں کا احسان بھول گئے اور تہذیب یورپ کی گرمی سے پھل کر رہ گئے۔"

امان اللہ خان اور آتارک کے متعلق

کچھ عرصہ ہوا۔ آتارک اور پہلوی کے تتبع میں امیر امان اللہ خان نے افغانستان میں بھی مغربی تہذیب اور یورپ کی عیاشیوں کو پھیلانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ قدرت نے اس کو اپنے ارادوں

میں کامیاب نہ ہونے و یا افغانستان قوم کو اس لادینی سے محفوظ رکھا اور جس یورپ کے ساتھ اس کی محبت تھی۔ اس کو وہاں بھیج کر زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا۔ اقبال مرحوم جاوید نام

میں احمد شاہ ابدالی کی زبان سے موجودہ افغانستان کو پیغام پہنچاتے ہیں اور مغربی تہذیب کے زہر نوشیں کھانے سے بچنے کی خاص تاکید فرماتے ہیں جس کی دلربائی سے ترکوں کی

شہری آبادی سے اسلام رخصت ہوا۔ اشتعال ملاحظہ ہوں :- شرق را از خود برد تقلید غرب بایاں اقوام را تنقید غرب
(ترجمہ) "مشرقی قومیں تہذیب مغرب کی تقلید میں آپے سے باہر ہو رہی ہیں۔ حالانکہ ان کو تہذیب مغرب کی تنقید کر لینے چاہئے تھی"

قوت مغرب از چنگ در باب نے زرق و خمر ان بے حجاب
(ترجمہ) "مغربی قوموں کی سر فرازی کا از چنگ در باب یا بے پردہ لڑکیوں کے نہج میں مضمر نہیں ہے"

نے زہر ساحران لا روست نے زعمایان ق و نے از قطع تو
(ترجمہ) "نہ گنہگوں کے حسن کا جادو اس کا ذمہ دار ہے نہ ان کی برہنہ پنڈلیاں اور نہ ان کے کٹے ہوئے بال"

نحکی اور انہ از لادینی است نے فروغش از خط لاطینی است
(ترجمہ) "نہ تولا نہ ہی نے ان کو مضبوط کیا ہے اور نہ لاطینی رسم الخط نے ان کو پروان چڑھایا ہے"

قوت افرنک از علم و فن است ازہیں آتش چرخش روشن است

(ترجمہ) "یاد رہے کہ ان کی طاقت کا مدار علم اور فن پر ہے۔ اسی انگ سے ان کا چراغ روشن ہوگا۔"

حکمت از قطع و بربد نہایت مانع علم و ہنر عامہ نیست (ترجمہ) "لباس میں قطع و بربد کرنے سے علم حاصل نہیں ہوا کرتا اور نہ پگھری باندھنا علم و ہنر سیکھنے سے روکتا ہے۔"

علم و فن را سے جوان شوخ و شنگ مغزی باید نہ بلوس فرنگ (ترجمہ) "لے شوخ و شنگ نوجوانانہ علم کے لئے دماغ چاہیئے۔ نہ کہ کوٹ، ہیٹ، ٹائی اور پتلون۔"

اندیس کردہ جز نگہ مطلوب نیست این گلہ یا آں گلہ مطلوب نیست (ترجمہ) "تحصیل علم کے لئے دل کی نظر چاہیئے، نہ کہ کلاہ تتری یا ہیٹ۔"

فکر چالاکے آگوار ہیں است طبع دڑاکے آگوار ہیں است (ترجمہ) "اگر بیدار مغز اور سمجھدار دل رکھتے ہو ہیں تحصیل علوم کے لئے یہ کافی ہے۔"

ترک از خود رفتہ دست فرنگ زیر پوشش نور داز دست فرنگ (ترجمہ) "مہوش اور یورپ کے شیعہ ترک نے یورپ کے ہاتھ سے لہر ہلاہل کا پیالہ پی لیا۔"

زاکہ تریاق عراق اندست؟ من چہ گویم جز خدا نش یار باد (ترجمہ) "اس لئے کہ اس نے عراق کا تریاق ان کے حوالہ کر دیا۔ بجز اس کے کیا کہوں کہ خدا ان کی مدد کرے۔"

بندہ از فرنگ از ذوق نمود می برد از غریباں رقص و سرود (ترجمہ) "یورپ کا یہ غلام نام و نمود کے لئے ان کے رقص و سرود کو ملک میں رواج دے رہا ہے۔"

نقد جان خویش در بازو بہر علم و شورا است می ساز و دیہو (ترجمہ) "یعنی اپنی قیمتی جان کو لہو و لعب میں ضائع کر رہا ہے۔ تحصیل علم مشکل کام ہے۔ اس لئے لہو و لعب میں وقت کاٹتا ہے۔"

از تن آسانی بگیر سہل را فطرت او در پیڑ سہل را (ترجمہ) "تن آسانی کی وجہ سے آسان چیز کو اختیار کر رہا ہے کیونکہ اس کی فطرت سہل پسند ہو گئی ہے۔"

آپ اس کے متعلق زیادہ اور کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں رہی۔ آپ کو یہ مانتا پڑے گا کہ ترکی اور ایران کی تہذیب کو معرض استدلال میں پیش کرنا نری حماقت اور کچھ دی ہے۔

الحديث بالحديث يذكر بات میں بات آجاتی ہے۔ معنون کی طوالت کا خوف تو قلم کو روکتا ہے، مگر سبب آخر گشتہ و افسانہ از افسانہ می خمیزد

جب دل میں بات کھٹکتی ہے، مختصر طور سے عرض ہی کر دوں کہ جس طرح ہمارے کالجیٹ بھائیوں نے اپنی غیر اسلامی وضع و طبع اور نشست و برخاست کے لئے "اسلامی" مالک کا حوالہ دیکر

بہانہ سازی کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ اسی طرح ہندوستان کے بعض دوسرے طبقے غیر اسلامی رسوات اور کبات و بہات کا بازار گرم رکھتے ہیں۔ جب ان کو بازار کھٹنے کی نصیحت کی جاتی ہے

اور آیت و حدیث پیش کی جاتی ہے تو جواب میں عذر و بکر کے تعال اور فلاں مقام اور فلاں شہر کا دستور پیش کر کے ناروا کو روا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آج آپ کسی ولی اللہ

کے مزار مبارک پر فاتحہ خوانی کے لئے جاتے تو ڈیکھیں گے کہ اس مقدس دربار مہبط رحمت الہی کے پاس بھنگ و چرس کے نشہ میں شب و روز مہوش رہنے والے درویشوں کی

ایک جماعت مجاہدین کے نام سے اقامت گزین ہو گئی مزارت کے پتھروں کو چومنا چاہتا ہوگا۔ سجدے ہوں گے۔ رکوع کئے جائیں گے۔ ایسی دعائیں اور تہائیں ہوگی، جو حد و لاشریک

خداوند عالم کے سوا کسی نبی ولی سے جائز نہیں۔ دھول ہونگے سرود ہوگا۔ ناچ رنگ ہوگا۔ غرض دنیا بھر کے خرافات و بات کا ایک طوفان ہر پا ہوگا۔ ایسی حالت میں آپ اگر چاہیں کہ

سنت نبوی کے موافق زیارت کریں۔ کلام اللہ کی تلاوت کر کے ایصال ثواب کریں۔ اگر آپ کے دل میں ایسا ہی جذبہ اور بدعت کے ساتھ نفق و عناد ہے، تو ممکن نہیں کہ آپ اطمینان خاطر

سے اپنے دعا کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکیں۔ اب اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "من راہی منکدہ

کے مقابلہ میں مجاہدین اور سجادہ نشینوں کا تعامل یا عوام کا لالنامہ کا رسم و دستور کوئی وقت رکھتا ہے؟ ہرگز نہیں؛ جو چیز صد اسلام میں نہ تھی، وہ کسی جگہ مومن کا مذہب نہیں ہو سکتا اور بزرگانِ چشتیہ کو ایسے منکرات و فواحش پر رضامند سمجھنا اور ان کو خود ایسے طریقوں کا عامل تعین کرنا افتراء محض اور بہتانِ عظیم ہے۔

ہندوؤں کی دیکھا دیکھی شادی اور دوسری تقریبات میں کس قدر خلافِ شریعت رسومات ہم نے فرائضِ فحش سے بھی زیادہ ضروری سمجھ رکھے ہیں جن کی وجہ سے دین بھی برباد ہو رہا ہے۔ مال و دولت کی تباہی اور فتنے بھی ہے۔ ہمارے جنوں کے سود و سودِ قرضوں میں ساری جائیدادیں ختم ہو گئیں اور ان عیاشیوں اور خرافات کی وجہ سے آج ایک پیسے کو محتاج ہیں۔ زکوٰۃ کا ایک روپیہ بھی دینا ناگوار، مگر جب ان بدعات و رسومات سے اُنکو نیکوئی کی نصیحت کی جاتی ہے۔ شب قدر کی آفتبازیوں، محرم کے تعزلیوں اور شریعتوں اور کھچڑیوں سے منع کیا جاتا ہے تو بس جواب یہی ہے "بل ننتج ما الفینا علیہ اباءنا" باپ دادا کی رسم ہے، جب سے ہم نے آنکھ کھولی ہے، اسی کو کرتے دیکھا ہے۔ فلاں مولوی صاحب بھی تو کرتے ہیں۔ جو بھی کچھ ہوا ہم اپنے دستور سے ہٹنے والے نہیں۔ اور عجب تریہ کردہ لوگ جو اپنے آپ کو اہل علم کہتے ہیں۔

جنہیں اپنی ہمدانی اور لیاقتِ علمی کا دعویٰ بھی ہے۔ ایسے حضرات بھی کبھی کبھی صریح نصوص کے مقابلہ میں یہی آباؤی تقلید اور ملکی دستور پیش کیا کرتے ہیں اور خود مجھے ایسے نام نہاد "علماء" سے بار بار واسطہ پڑا ہے۔ جو ہدی کی ایک گروہ لے کر منیاری بنے بیٹھے ہیں۔ جب کسی ایسی غلطی پر جو ہمارے باپ دادا سے صرف بے توجہی یا اس زمانہ میں عام نہ ہونے کی وجہ سے رہ گئی ہے، انھیں متنبہ کیا جاتا ہے۔ کتابوں کے ذیلیہ نہیں پتہ سے طور سے سمجھایا جاتا ہے اور علمی لحاظ سے ان سے کوئی جواب بن نہیں پڑتا۔ تو اس وقت بالکل عیاض ہوئے

منکوا فلیغیرہ بیداء فان لم یستطع فلبسا نہ وان لم یستطع فبقلبہ وذلالت اضعف الايمان" (المحدث) کا خیال رکھیں۔ اور ان مجاہدین اور سجادہ نشینوں کو کوئی نامحاذیہ کلمہ زبان سے نکال کر ذرا سمجھانا چاہیے۔ تو بس یہی جواب ملیگا کہ چلو تم مولوی گلباری و بابی ہو۔ قال الے ہو، تمہیں حال کی خبر نہیں۔ علماء نظر ہو، بزرگوں کی باتیں باتوں کو تم نہیں سمجھتے۔ مسٹر رعیت اور مسٹر اور چیز ہے اور بزرگی اور چیز۔ اسی لئے تو آج تک کوئی مولوی بزرگ نہیں گذرا۔ ہم قلندریں، ہم آزاد ہیں، ہم سے دار و گیر نہیں، ہم چشتی ہیں، چشتیوں کے لئے گانا بجا، دھول بجانا سب کچھ جائز ہے۔ یہ قالی ہے اس کا بہت ثواب ملتا ہے۔ اسے مولوی صاحب، خواجہ غریب نواز شیخ معین الدین چشتی، جمیری، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، خواجہ نظام الدین محبوب الہی دہلوی، خواجہ علاؤ الدین صابری، خواجہ فرید الدین شکر گنج پاکستان شریف، ان سب مقدس مزارات پر قص و سرود جنگ وریاب بھی ہے۔ یہ سجدے کرا بھی ہیں۔ غلاؤں، پتھروں، ادھلیوں کا چومنا بھی ہے۔ خزاروں لوگ شب و روز یہ کام کر رہے ہیں۔ کیا تمام ہندوستان کے یہ سب مسلمان حرام اور ناجائز کرتے ہیں؟ دہاں پر عرس نہیں ہوتے؟ پہلے نہیں لگتے؟ بڑے بڑے سجادہ نشین اور سید زادے اس میں شرکت نہیں فرماتے؟ بڑے بڑے پیروں کے سامنے نعتیہ قصیدے باجوں کے ساتھ ساتھ گائے نہیں جاتے؟ "دیر خواجہ یہ سجدہ روا ہے" تو پیروں سے ہم نے بار بار سنا ہے، اگر یہ کام شریعت کے موافق نہیں، صاحبِ مزار کے مذاق کے مطابق نہیں، تو پھر یہ بندگانِ لوگوں کو دے کتے کیوں نہیں؟ بس مولویوں کو تو یہ حسد ہو رہا ہے کہ فقیروں کے ہاں یہ رونق اور جہل پہل کیوں ہے۔ تم سے تو دوسروں کی ترقی دیکھی نہیں جاتی۔ مولوی صاحب! ہم کو نہ چھڑنا کہیں ہماری بددعا لگ کر دنیا اور عاقبت خراب ہو جائے گی۔ کیا عدل و انصاف کا یہ فیصلہ ہو سکتا ہے کہ قرآن و حدیث

احادیث پر فرق باطلہ کے اعتراضات

علامہ ابن قتیبہ کی طرف سے متفقہ جوابات

منکرین حدیث دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو حدیث کو برے سے حجت شرعی نہیں جانتے، جیسے آجکل کے نام نہاد اہل قرآن اور اُتھ مسلمہ، دوسرے وہ جو حدیثوں سے استدلال تو کرتے ہیں، لیکن حدیث کو ماننے کے لئے اپنے عقلی ڈھکوسلوں اور غیر شرعی نظریوں کو معیار بناتے ہیں، جیسے گزشتہ زمانہ کے معتزلہ وغیرہ اور آجکل کے مرزائی، لاہر و حنفی نیمبری، اور غلبیت الشیعہ شرقی وغیرہ۔ علامہ ابن قتیبہؒ نے دوسری قسم کے منکرین کے اعتراضات کے متفقہ جوابات اپنی مشہور تصنیف ”تادیل مختلف الحدیث“ میں دیے ہیں۔ آپ نے ان احادیث کے مابین، جن پر منکرین نے اعتراضات کئے ہیں، اور جن میں بظاہر تعارض و تناقض معلوم ہوتا ہے، دلنشین طریق پر تطبیق دی ہے۔ ہم مولانا حافظ سید محمد ادیس صاحب فاضل جامعہ اسلامیہ ڈابھیل و مولوی فاضل مفتی فاضل ادیب فاضل پروفیسر دینیات ایم۔ اے۔ آو کالج امرت سر کے ممنون ہیں، کہ انہوں نے علامہ ابن قتیبہؒ کی اس معجزہ الہام تصنیف کے معتد بہ اور متعلقہ حصہ کا ترجمہ کر کے شمس الاسلام کے لئے عطا فرمایا۔ اس مضمون کے مطالعہ سے ناظرین کو معلوم ہو جائے گا کہ موجودہ زمانہ کے منکرین حدیث نے گزشتہ دور کے منکرین کی صرف نقالی کی ہے، وہ بھی بے سلیقہ بہر کیف اس سلسلہ کی پہلی قسط درج ذیل ہے:- (مُد)

رہتے ہیں۔ اپنی کتابوں میں ان کی خوب خوب مذمت کرتے ہیں اور ان پر درد غمگینی اور تباہ کن روایات کے الزامات لگا کر کہتے ہیں کہ ان کے اس طرز عمل سے مسلمانوں میں اخلافا ت پیدا ہوئے (فرقے پئے) وحدت کا شیعہ اذہ بکھر گیا اور وہ ایک دوسرے

سوالا ت کسی صاحب نے امام ابن قتیبہؒ سے متحین اور معتزلہ کی باہمی کشمکش کے متعلق چند سوالات کئے۔ ان کے جواب میں امام موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ تم نے لکھا ہے کہ معتزلہ برابر محدثین کی عیب جوئی اور تذلیل کرتے

(بقیہ از صفحہ ۲۱)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلامی احکام اور اسلامی تہذیب تمدن کے بارے میں ہم قرآن و حدیث اور سلف صالحین کے ارشادات و تعامل سے سب کچھ معلوم کیا کریں گے اور کسی دوسرے شخص یا قوم کا تعامل اس بارے میں ہرگز قابل استناد نہیں۔ جب تک اسکی تائید میں کوئی حجت شرعی پیش نہ کی جاسکے۔ اب اصلاحی رسولؐ کی طرف رجوع کر کے تہذیب اسلامی کے چند شعبوں کے متعلق عرض کر رہا ہوں (وہ بیدار و متوجہ) (باقی آئندہ)

کے باوجود صرف اس لئے اپنی غلطی پر اصرار کر کے ہماری تکذیب کر رہے ہیں کہ ہمارے آباؤ اجداد نے یہ کام اسی طرح کیا ہے۔ کیا وہ ناسمجھ تھے؟ بے دین تھے؟ (غیر ذلک) حالانکہ نہ ہم ان کو ناسمجھ کہتے ہیں اور نہ بے دین۔ بلکہ مخصوص حالات کی وجہ سے ان باتوں کی طرف ان کی کچھ توجہ نہ ہو سکی تھی۔ اور توجہ ہونے کے بعد ہم علماء سلفؒ کی کتابوں سے اپنے لئے صحیح راہ عمل متعین کر سکتے ہیں۔

پر کفر کے فتوے لگانے لگے۔ اور ہر ایک فریق کو اپنے دعویٰ کے ثبوت میں ان کی روایتوں کے ذخیرے سے برابر احادیث ملتی تھیں۔

مثلاً خواجه نے محدثین کی حسب ذیل حدیثیں اختیار

معتزلہ کا پہلا اعتراف

کر کے اپنی جماعت بنائی ہے۔

”ابن تلواریں کندھوں پر رکھ لو، پھر ان کی جماعت کو مشاد“

(۱) صَحَّوْا سَيُفَكِّمُ عَلَيَّ عَنْ اَيْتِكُمْ ثُمَّ اَبِيْعِدْ ذَا خَضْرَاءَ هَمْدُ

”میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا۔ مخالفین کی مخالفت انکا کچھ بھی بگاڑ نہ سکیگی“

(۲) لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ خِلَافٌ مِنْ خَالِفِهِمْ

”جو اپنے مال کی حفاظت میں مارا گیا، وہ شہید ہے“

(۳) مَنْ قَتَلَ دُفْعَتَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ

”تم کو جماعت کا ساتھ دینا چاہیے کیونکہ فدا کا لہجہ جاہل ہے“

روایتیں مل گئی ہیں۔

جماعت سے الگ تو اس نے اسلام کی پیٹی اپنے گلے سے لٹائی

(۱) عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ فَاَنْ يَدَّ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْهَا

”مناکراد مانا کرو، چاہے ایک ناقص جسم والا جیسی غلام ہی تھا۔ امیر کیوں نہ ہو“

(۲) مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ قَبِدَ شَيْئًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ

”ہر نیک اور بد کا لکے پیچھے نماز پڑھا کر دے“

(۳) اَسْمَعُوا وَاطِيعُوا وَان تَأْمُرْ عَلَيْكُمْ عَيْدُ حَبَشِيٍّ لِحَيْدِغِ الْأَحْزَابِ

”امام (امیر) کا ہوتا ضروری ہے خواہ نیک ہو یا فاجر“

(۴) مَنْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ

(۶) مَنْ جَلَسَ بِبَيْتِكَ فَاَنْ دَخَلَ عَلَيْكَ فَاَدْخَلَ يَحْدُكَ عَكَ فَاَنْ دَخَلَ عَلَيْكَ فَقُلْ بُوْ

يَا لَشَيْءٍ وَائْتِمِمْ

(۷) كُنْ عَبْدَ اللَّهِ الْمَقْتُولِ وَلَا تَكُنْ عَبْدَ اللَّهِ الْقَاتِلَ

(۸) مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَهُوَ فِي الْجَنَّةِ - قِيلَ دَانَ زَنَى وَان سَرَقَ قَالَ دَانَ زَنَى وَان سَرَقَ

(۹) مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ غُلِّصَتْ دَاخِلَ الْجَنَّةِ وَلَا حَرَّ تَمَسَّهُ النَّارُ

(۱۰) أَعْدَدْتُ شَفَاعَتِي لَاهِلِ الْبَيْتِ مَنْ مَتَى

(۱۱) لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي دَهْوُهُ مِنْ وَكَا

(۱۲) لَمْ يَوْهِنْ مِنْ لَسْتُمْ يَا مَنْ جَاوَزَ الْوَأَقْفَ

(۱۳) لَمْ يَوْهِنْ مِنْ لَسْتُمْ يَا مَنْ جَاوَزَ الْوَأَقْفَ

(۱۴) لَمْ يَوْهِنْ مِنْ لَسْتُمْ يَا مَنْ جَاوَزَ الْوَأَقْفَ

اپنے گھر میں خاموش بیٹھ رہو اگر وہاں بھی (قتل) آجائے تو اپنے پرائیویٹ کمرے میں گھس جاؤ اور اگر وہاں بھی پہنچ جائے تو یہ کہو میرا اور تمہارا دونوں کا گناہ ہے۔ ”فدا کا تقول بندہ بنتا گوارا کرو مگر قاتل بننا گوارا نہ کرو“

”جس نے توحید کا اقرار کیا وہ جنت میں داخل ہوگا کسی نے پوچھا۔ گو زنا اور چوری کرتا رہے۔ آپ نے فرمایا گو زنا اور چوری کرتا رہے۔“

”جس نے خلوص دل سے توحید اقرار کیا وہ جنت میں داخل ہوگا“

”مسلمان رہ کر ایک شخص زنا نہیں کر سکتا، ورنہ مسلمان نہ رہ کر کوئی شخص چور نہیں بن سکتا“

”جس کی دست دراز یوں سے اُس کا ہمسایہ محفوظ نہ ہو۔ وہ بچے دل سے ایمان نہیں لایا ہے“

”جس کی دست دراز یوں سے اُس کا ہمسایہ محفوظ نہ ہو۔ وہ بچے دل سے ایمان نہیں لایا ہے“

”جس کی دست دراز یوں سے اُس کا ہمسایہ محفوظ نہ ہو۔ وہ بچے دل سے ایمان نہیں لایا ہے“

(۳) لَمَّا يُؤْمِنُ مِنْ قَبْلِ لَمَّا
يَأْتِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ مِنْ
لَسَانِهِ وَيَدَاهُ
(۴) "يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ
رَجُلٌ قَدْ ذَهَبَ حَبْرُهُ
وَسَبْرُهُ"
"وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ قَدْ
قَدْ امْتَحَشُوا فَيَنْبَسِطُونَ
كَمَا تَنْبَسُ الْحِجَةُ فِي حِمْلِ
السَّيْلِ أَوْ كَمَا تَنْبَسُ
الْقَارِيرُ"

"وہ مسلمان نہیں جسکی زبان
اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان
محفوظ نہ ہوں؟
"دوزخ سے ایک شخص ایسی
حالت میں نکلیگا کہ اس کی ساری
خوبصورتی زائل ہو چکی ہوگی"
"بعض لوگ جلے جھنڈے آگ سے
نکلیں گے۔ پھر وہ دیسے آگنیے
جیسے سیلاب کے خس و خاشاک
میں گھاس گتی ہے یا جیسے کھجور
کے نال کٹے ہوئے پونے لگتے ہیں"
قدر یہ منکرین تقدیر کے پاس محدثین کی یہ روایتیں

موجود ہیں:-
(۱) "كُلُّ مَوْلُودٍ يُوَلَّدُ عَلَى
الْفِطْرَةِ حَتَّى يَكُونَ الْإِسْلَامُ
يُحَرِّقُ إِيَّاهُ أَوْ يُنَصِّرُ إِيَّاهُ"
(۲) "إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ
خَلَقْتُ عِبَادِي جَمِيعَهُمْ
مُحَقَّاقًا قَابِضًا لَهُمُ الشَّيَاطِينَ
مِنْ دِينِهِمْ"

اور نفوذ میں جبر یہ ان کو حسب ذیل روایتوں سے فائز
کرتے ہیں:-

(۱) "لَا تَعْلَمُوا أَفْطَلَ مَيْسَرًا
لِمَا خُلِقَ لَهُ - أَمَا مِنْ كَانَ
مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَهُوَ
يَعْمَلُ لِلْسَّعَادَةِ وَمَنْ
كَانَ مِنْ أَهْلِ الشَّقَاءِ
فَيَعْمَلُ لِلشَّقَاءِ"

"عمل کرتے رہو۔ کیونکہ جو جس
کام کے لئے پیدا ہوا ہے۔ وہ
کام اس کے لئے آسان ہے
جو نیک بخت ہے وہ نیکی کے
لئے عمل کرتا ہے۔ اور جو
بدبخت ہے، وہ بدبختی کے
لئے عمل کرتا ہے"

(۲) "إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى اسْتَحَبَّ
ظَهْرَ آدَمَ فَقَبَضَ قَبْضَتَيْنِ
فَأَمَّا الْقَبْضَةُ الِيمْنَى فَقَالَ
إِلَى الْجَنَّةِ بِرَحْمَتِي - وَ
الْقَبْضَةُ الِيسْرَى فَقَالَ
إِلَى النَّارِ دَلَا بَالِي"
(۳) "السَّعِيدُ مَنْ سَعِدَ
فِي بَطْنِ أُمِّهِ وَالشَّقِيُّ مَنْ
شَقِيَ فِي بَطْنِ أُمِّهِ"

روافض (شیعہ) جب صحابہ کرام پر فتوے چسپان کرنے
لگے تو ان کو محدثین کے ہاں یہ روایتیں مل گئیں:-
(۱) "لَيَرِدَنَّ عَلَى الْحَوْضِ الْقَوَامُ -
ثُمَّ لَيُعْتَلَجَنَّ دُونِي - فَاذْهَبْ
إِلَى بَنِي إِصْحَابِي أَصْحَابِي
فَيَقُولُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي
مَا أَحَدٌ ثَوَابُ بَعْدَكَ إِنَّهُمْ
لَعَزِيزُ الْأَمْرِ ثَمَّ بَيْنَ عَلِيٍّ عَقَابًا
مِنْذُ فَارَقْتَهُمْ"
(۲) "لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي تَعَارًا
يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ"

نیز حضرت علیؑ کو شیخینؓ سے بڑھانے کے متعلق بھی ان کے
لئے محدثین نے کافی سالہ فراہم کر لیا مثلاً:-

(۱) "أَنْتَ مَنِي بِمِثْلِ هَارُونَ
مِنْ مُوسَى غَيْرَ أَنَّهُ لَا بَنِي
بَعْدِي"
(۲) "مَنْ كُنْتُ مُوَلَّاهُ فَعَلِيٌّ
مُوَلَّاهُ - اللَّهُمَّ وَالِ مِنْ آلِهِ
وَعَادِي مِنْ عَادِهِ"

"اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی پشت
کو چھو کر اس سے دو مٹھیا بھر لیں
ہماری کے بائیں میں فرمایا کہ یہ لوگ
میری رحمت سے جنت میں جائیں گے
اور بائیں کے بائیں فرمایا۔ دوزخی
ہیں اور میں پر و انہیں کرتا"
"سعید وہ ہے جو اس کے پیٹ
میں سعید ہو، شقی وہ ہے جو اس
کے پیٹ میں شقی ہو"

"بعض قومیں جو من کو مرنے پر تیار ہیں
آنا چاہیں گے۔ فرشتے انکو رد کیئیں گے
میں کہو گے اے میرے خدا، یہ میرے
رفیق ہیں جواب ملے گا تمہیں نہیں
معلوم کہ انہوں نے تمہارے بعد کیا کچھ
کیا ہے جب تم ان کو چھوڑ آئے تو
یہ لوگ اگر لوگ کے برابر پیچھے ہٹتے رہے"
"میرے بعد کافر بن کر کیوں دو مگر
کی گردنیں نہ مارنا"

"تم میرے لئے ایسے ہو، جیسے
ہارون موسیٰ کے لئے۔ فرق یہ ہے
کہ میرے بعد کوئی بنی نہیں"
"جس کا میں مولیٰ ہوں، علیؑ بھی
اس کے مولیٰ ہیں۔ الہی جو علیؑ سے
مولات رکھے، اس کا دینی رہ رہ
جو اس سے دشمنی رکھے اس کا دشمن رہے"

”انت وصیتی“ | ”تم میرے وصی ہو“

اور جب ان کے مخالفین (مستبصرین) نے حدیث کا ذخیرہ تلاش کیا۔ تو ان کو بھی حضرات شیخین کی تفضیل کے بارے میں روایتیں دستیاب ہوئیں۔ مثلاً:-

(۱) ”اقتدوا بالذین من

بعدي ابی بکر و عمر“

(۲) ”یا بانی اللہ و رسولہ و

المسلمون انا ابابکر“

(۳) ”خیر من خذلہ الامۃ

بعد نبیہا ابوبکر“

جو لوگ دولت مند کی کو غرت پر ترجیح دیتے تھے ان کے ہاتھ

ذیل کی روایتیں لگ گئیں:-

(۱) ”اللہم انی اسألت

عنا فی وغنی مولائی اللہم

انی اعوذ بک من فقر

میرات اد ملیت“

اور جو لوگ فقر و افلاس کو مالدار کی پر ترجیح دیتے تھے، ان

کو یہ روایتیں مل گئیں:-

(۱) ”اللہم ارحمینی مسکینا

و آجبتی مسکینا و احسننی

فی زمرۃ المساکین“

(۲) ”الفقر بالرجل المؤمن

احسن من العذا امیر الحسن

علی خذ الفرائس“

”میرے بعد ابوبکر و عمر و

پردی کرو“

”خدا اس کا رسول اور سارے

مسلمان ابوبکر کو چھوڑ کر کسی

دوسرے کو امیر مقرر نہیں کریں گے“

”آنحضرت کے بعد بہترین امت

حضرت ابوبکر ہیں“

”اے نبی! میں تجھے اپنے لئے اور

اپنے دوستوں کے لئے غنی کی

درخواست کرتا ہوں، اے نبی!

مجھے دائمی فقر سے محفوظ رکھ“

”میں نے فقر کو ٹھکڑے

کے زمرہ میں میرا حشر ہو“

”مسلمان کے لئے فقر گھوٹے

کے منہ پر خوبصورت لگام سے

زیادہ خوبصورت ہے“

”اے نبی! مجھے مسکین رکھ اور مسکین کی

حالت میں وفات دے اور مسکینوں

کے زمرہ میں میرا حشر ہو“

”مسلمان کے لئے فقر گھوٹے

کے منہ پر خوبصورت لگام سے

زیادہ خوبصورت ہے“

”اے نبی! مجھے مسکین رکھ اور مسکین کی

حالت میں وفات دے اور مسکینوں

کے زمرہ میں میرا حشر ہو“

”مسلمان کے لئے فقر گھوٹے

کے منہ پر خوبصورت لگام سے

زیادہ خوبصورت ہے“

محدثین کے ہاں مسائل فقہی سے متعلق بہت ساری روایتیں موجود ہیں جن کی وجہ سے علماء فتویٰ دینے میں ایک دوسرے کے مخالف ہو گئے ہیں اور خاص کر حجازیوں اور عراقیوں کی فقہ تو تقریباً ایک دوسرے کے متضاد ہے اور کمال یہ کہ ہر ایک کے پاس روایت موجود ہے۔

معتزلہ کا دوسرا اعتراض

(نیز لکھتے ہو کہ معتزلہ محدثین پر اعتراض کرتے ہیں) کہ

انہوں نے ذات باری تعالیٰ کے متعلق بھی جھوٹی حدیثیں گھڑ

رکھی ہیں۔ مثلاً (۱) حدیث عرق الخیل۔ (۲) حدیث زعنب

الصدر (۳) حدیث تفصیل المذہب (۴) حدیث شایق قط۔

(۵) حدیث الساق (۶) حدیث خلق آدم علی صور تم۔

(۷) حدیث وضع یہ بن کتنی (۸) حدیث قلب المؤمن

بین اصبعین من اصابع اللہ تعالیٰ۔

نیز تمہاری تحریر کے مطابق

معتزلہ کا تیسرا اعتراض

وہ کہتے ہیں کہ محدثین بعض

اوقات ایسی خفیف اور رکیک روایتیں بیان کرنے لگتے ہیں

جن سے مخالفین اسلام کو دین پر اعتراض کرنے کا موقع مل جاتا

ہے۔ اور محدثین اور روایتوں کو سن کر دین کا مذاق اڑانے

لگ جاتے ہیں۔ طابان حق انہی روایتوں کی وجہ سے اسلام

سے برگشتہ ہو جاتے ہیں۔ اور مذہب آدمی کے شکوک اور

بھی بڑھ جاتے ہیں۔ مثلاً وہ روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے

ظلم سورت کی تلاوت کی۔ اس کو جنت میں ستر ہزار محل ملینگے

ہر محل میں ستر ہزار کمرے ہوں گے۔ ہر کمرے میں ستر ہزار کچھوٹے

ہونگے۔ ہر کچھوٹے پر ستر ہزار یہ ہونگے اور وہ ہونگے۔ یا مثلاً

جو ہے کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ وہ یہودی ہے کیونکہ

عہ ان احادیث کے متعلق بغضل بحث آگے آئیگی۔ ان میں

سے اکثر حدیثیں موقوف ہیں جن کو مخالفین نے محدثین

کو بدنام کرنے کے لئے اچھالنے کی کوشش کی ہے۔

(محمد امین)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جھٹلادیا ہے۔
اسی طرح یہ لوگ فاطمہ بنت قیس کی بات مان لیتے ہیں
حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی تردید کی تھی
اور کہا تھا۔

”لا تَدْخُجْ مِمَّا تَابَ رَبُّنَا“ | ”ہم اپنے خدا کی کتاب اور رسول کی سنت
دستور بنیما لقول“ | کو ایک عورت کی بات کے لئے نہیں
اصل آئے۔“ | چھوڑ سکتے۔“

معتزلہ کا پانچواں اعتراض | نیز معتزلہ کہتے ہیں کہ محدثین
والوں کی روایت قبول نہیں کیا کرتے۔ اور تعجب ہے کہ غیلانہ،
عمر بن عبید، معبد جہنی اور عمرو بن فائدہ سے تو روایت نہیں
کرتے۔ لیکن ان کے دوسرے ہم خیال علماء — قتادہ،
ابن ابی غزوہ، ابن ابی نجیح، محمد ابن منکدر، ابن ابی ذئب
وغیرہ — سے بلا تکلف حدیثیں روایت کر لیتے ہیں۔

معتزلہ کا چھٹا اعتراض | جو محدث حضرت علی رضی اللہ عنہ اور
عثمان رضی اللہ عنہ کو برابر سمجھے۔
یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان پر ترجیح دے۔ اس کی روایت میں تو
رہنے نکالتے ہیں لیکن مختار کی فوج کے علم بردار —
ابو طفیل عامر بن دائلہ — اور جابر جعفی سے روایت
کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ حالانکہ یہ دونوں رجوت
(تسلسل) کے قائل تھے۔

معتزلہ کا ساتواں اعتراض | نیز معتزلہ کہتے ہیں کہ
محدثین حدیث کے
مطالب سے نابلد اور ان کے احکام سے ناواقف رہتے ہیں
طلب حدیث میں عمر کو گذار دیتے ہیں، لیکن اس سے فائدہ
نہیں اٹھا سکتے۔ کیونکہ ان کی ساری کوششیں حفظ اسناد،
جمع و تعدیل اور اختلاف الفاظ کی تحقیق پر صرف ہو جاتی ہیں۔
ان کے پاس حدیث کا صرف نام ہی نام ہے۔ باقی کچھ نہیں۔
وہ تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کو طرق حدیث اور روایت

ادنیٰ کا دودھ نہیں پیتا، جیسے یہود نہیں پیتے۔ یا کوئے
کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ وہ فاسق ہے۔ بنی اسرائیل کے
بار سے میں روایت کرتے ہیں کہ وہ شیر کی چھینک سے پیدا
ہوئی ہے۔ اور سور کے متعلق کہتے ہیں کہ ہاتھی کی چھینک
سے پیدا ہوا ہے۔ اربیانہ (ایک قسم کی مچھلی) کے متعلق
روایت کرتے ہیں کہ وہ پہلے درزن تھی۔ تاہم چڑیا کرتی
تھی۔ اس لئے خدا نے اسے مسخ کر دیا۔ اور گوشت (غص) ایک
نافران یہودی تھا۔ اس لئے مسخ کر دیا گیا۔ شہیل (نارہ) میں
کا ایک تحصیل دار (عشار) تھا۔ زہرہ ایک زندی تھی جو اہم
اعظم کے طفیل آسمان پر چڑھ گئی۔ وہاں خدا نے اسے روشن
تارہ بنا دیا۔ گرگٹ (دو ذئب) حضرت ابراہیم کی آگ کو چھوٹک
مارتا تھا اور سام ابرص اس پر پانی چھڑکتا تھا۔ غول
(بیابانی) حضرت ابوالوث کی مجلس میں ہر رات شریک ہوتا تھا
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک جن سے کشتی لڑی اور اسے بچھاڑ دیا۔
زین ایک مچھلی کی پیٹھ پر قائم ہے اور اہل جنت کو پہلے دن
اسی مچھلی کا جگر کھانے کو ملے گا۔ ایک بھڑیا اس لئے جنت
میں بھیجا گیا کہ اس نے ایک تحصیل دار کو بھڑا کھایا تھا جب
برتن میں نمی پڑ جائے تو اسے غوطہ دو۔ کیونکہ اس کے ایک
بازو میں اہر ہوتا ہے اور دوسرے میں اس کا تریاق۔ اور
وہ زہر والے کو تریاق والے سے آگے رکھتی ہے۔ اونٹ
شیطان سے پیدا ہوا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

معتزلہ کا چوتھا اعتراض | نیز تم کہتے ہو کہ معتزلہ ایک
محدثین بھی عجیب لوگ ہیں۔ جو ایک طرف تو یحییٰ بن معین اور
علی بن ہریرہ وغیرہ کے کہنے پر ایک بزرگ سے ایسی حدیث
روایت کرنا بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ جیسے دوسرے تمام محدثین
اس کے ساتھ شریک ہوں اور دوسری طرف حضرت ابو ہریرہ
سے ایسی حدیثیں نقل کرتے ہیں۔ جن میں کوئی صحابی اس کے
موافق نہیں ہوتا۔ حالانکہ اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

حدیث کا امام کہیں۔ یہ نہیں چاہیے کہ لوگ کہیں کہ وہ اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی حدیثوں کے عالم یا اپنے علوم کے عامل بھی ہیں۔

محدثین کے ساتھ متسخر | دیکھو جو شخص بچا میں سال تک احادیث پڑھتا

رہا ہو اور لوگ دُور دُور سے اس کے پاس تحصیلِ علوم کے لئے آتے رہے ہوں۔ اس سے اگر ایک جمع میں پڑھا جائے کہ جناب! اچھا کنوئیں میں گر جائے تو کیا کرنا چاہیے؟ اور وہ جواب دے کہ:-

”الْبُرْجِيَاءُ“ | کنوئیاں بری ہے (یعنی پاک ہے) تو ایسے شخص کے متعلق تم کیا رائے قائم کرو گے؟

دوسری مثال | انہی میں سے ایک شخص سے پوچھا گیا کہ قرآن کی اس آیت

”يُخْرِجُ فِيهَا صَيْرًا“ | ہو جس میں پالا ہو“ کے کیا معنی ہیں؟ کہنے لگا۔ صَیْر کے معنی مُرْصَرٌ (دھبندگیا کے ہیں)۔

تیسری مثال | انہی میں سے ایک صاحبِ شعبہ اور سفین سے روایت کرنا چاہتے تھے۔

ناموں پر نقطے نہیں تھے اس لئے) فرمانے لگے۔ یہ روایت ہے۔ سَبْعَةُ وَسَبْعِينَ سے۔

چوتھی مثال | انہی میں سے ایک صاحب یہ حدیث روایت کر رہے تھے۔

”يَسْتَرِ الْمَصْلَى مَثَلُ آخِرَةٍ“ | ”مانزی پالان کی پھچلی الرجل“ | لکڑی کے برابر متوجہ نہ ہو“ تو فرمانے لگے ”يَسْتَرِ الْمَصْلَى مَثَلُ آخِرَةٍ الرَّحْلِ“ وغیرہ وغیرہ۔۔۔

معتزلہ کا آٹھواں اعتراض | نیز معتزلہ کہتے ہیں کہ محدث

معتزلہ کا آٹھواں اعتراض | جتنا غبی اور کندہ ذہن ہوتا ہے اتنا ہی شہور ہو جاتا ہے۔ اور جتنی غلطیاں کرتا

ہے۔ اتنا ہی مقبر سمجھا جاتا ہے۔ اور جتنا بد خلق، غصّہ دار اور سخت گیر ہوتا ہے۔ اتنے ہی لوگ اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں اسی لئے تو اعمش پوسنین اُلٹا کر پہنتا تھا۔ اور قولید کی جگہ داغدار دسترخوان کندھے پر رکھ کر چلتا تھا۔ ایک دفعہ ایک آدمی نے اس سے ایک حدیث کی سند پوچھی۔ تو اعمش نے اس کا گلا پکڑا اور دیوار کے ساتھ کھڑا کر کے کہنے لگا۔ اسناد اس کو کہتے ہیں (اِسْنَادٌ مُبْكٌ لِّكَانَا۔ سہارا لینا)

اور امام اعمش کہا کرتے تھے کہ جب کوئی ایسا محدث ملتا ہے، جس نے فقہ پڑھی ہو تو جی چاہتا ہے کہ اس کے تعیّر رسید کر دوں۔ وغیرہ وغیرہ۔ ہم (معتزلہ) تو یہی سمجھتے ہیں کہ اعمش صرف شدت کی خاطر ایسی حرکات کیا کرتا تھا۔

جواب کی تمہید

معتزلہ کے ان اعتراضات کو بیان کر کے تم نے شکایت کی ہے کہ محدثین نے ان کے جوابات کی طرف توجہ نہیں کی ہے۔ ان معاصات کو اٹھانے کی کسی نے تکلیف گوارا کی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان الزامات کو درست مانتے ہیں اور ان اعتراضات کو تسلیم کرتے ہیں۔

نیز تم نے لکھا ہے کہ میں نے اپنی کتاب غریب الحدیث میں بعض اسی قسم کی متعارض مدنیوں کی تطبیق کی کوشش کی ہے۔ اور ان کے صحیح معانی اور مطالب بیان کئے ہیں اس سے تم نے اندازہ لگایا ہے کہ میں اس قسم کی تمام روایتوں کی تطبیق کر سکتا ہوں۔ اس لئے تم نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ ثواب کی خاطر اس اہم فریضہ کو انجام دوں۔

مجھے میں اپنے مبلغِ علم کے مطابق اس کام کو شروع کرتا ہوں۔ اور اس کتاب میں ان احادیث کو بھی شامل کرتا ہوں جن کا ذکر اپنی دوسری کتابوں میں کر چکا ہوں۔ تاکہ یہ اس فن کی ایک جامع کتاب بن جائے۔ لیکن

”حکمت فرعونی“

(از مولانا حافظ سید محمد ادیس صاحب پروفیسر دینیات)

آیم۔ آے۔ آد کالج امرتسر

ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب مرحوم نے زندگی کا اکثر حصہ مغربی علوم کے پڑھنے اور پڑھانے میں صرف کیا تھا اور اس میں شک نہیں کہ یورپ کی نثر تہذیب کے ہر پہلو سے جتنی واقفیت آپ کو تھی، وہ مشکل سے کسی دوسرے کو حاصل ہو سکتی ہے۔ اس لئے انہوں نے تہذیب جدید کے بارہ میں جن بیش قیمت خیالات کو نظم کا لباس پہنا کر ان پر ہدایت کی ٹہر لگائی ہے۔ وہ مشرقی ممالک میں نہایت دقت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں اور ہر پڑھا لکھا آدمی اپنے آپ کو ان کے سامنے بہت تسلیم خم کرنے پر مجبور پاتا ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ہم اپنی علامہ ذہنیوں یا محکومانہ مجبوروں کی وجہ سے ان کی آواز پر فوراً البتیک نہ کہہ سکیں۔ لیکن یہ ناممکن ہے کہ یورپ کے بچھائے ہوئے ”دام ہمہ گاہین“ کے متعلق ان کے پاکیزہ ادنیٰ تر ارشادات منکر ہمارے دل ان کی نکتہ رسی اور حق گوئی کے قابل نہ ہو جائیں۔

آکبر الہ آبادی کے بعد اقبال مرحوم دوسرے مسلمان شعراء ہیں۔ جن کی آنکھوں کو یورپ کی سرمایہ داری، مادہ پرستی اور بے حیائی خیر نہ کر سکی۔ اور جن کے ضمیر کی آواز کو حکومت وقت کے اعلیٰ خطابات اور مسلسل عنایات بھی دبانے سے قاصر رہ گئے۔ انہوں نے جو کچھ دیکھا اور سمجھا۔ اسے بے خوف و خطر اپنی قوم کی بے خبری اور ظاہری آرائش پر جان دینے والے بھائیوں کو بتائے چھوڑا۔ اور خدا کا شکر ہے کہ ان دونوں بزرگوں کے کلام کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ اگر ایک طرف انگریزی خواں طبقہ ان کے کلام کو چٹخارے لے لے کر پڑھتا ہے تو دوسری طرف مسجدوں

احادیث پر بحث کرنے سے پہلے معتزلہ اور محدثین کے متعلق اپنی محلوٰات کے مطابق چند باتیں لکھے دیتا ہوں امید ہے کہ ارباب بصیرت یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ میں نے اپنے مخالفین کے متعلق دروغ بیانی اور موافقین کے متعلق مبالغے سے کام لیا ہے۔ (وہ یقیناً)

معتزلہ کے حالات

میں نے معتزلہ کی کتابوں کا گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ اور اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ لوگ اللہ کے متعلق بغیر سمجھے جو جیسے سمجھتے رہتے ہیں۔ دوسروں کو جن باتوں سے روکتے ہیں۔ خود ان کو کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ دوسروں کی آنکھ کا تڑکا تو دور سے دیکھ لیتے ہیں لیکن اپنی آنکھ کا شہتیر نہیں دیکھ سکتے۔ محدثین کو نقل و نقل کا طعنہ دیتے ہیں۔ اور اپنی بے جانا دیلوں پر نظر نہیں ڈالتے۔ حالانکہ قرآن وحدیث کے معانی و مطالب اور ان کے مصالح و حکم اور لغوی باریکیاں ”طفہ تولد“ عرض جوہر، کیفیت، کمیت اور اہمیت کے گورھ و ہندو سے حل نہیں ہو سکتیں۔

اگر یہ لوگ مشکلات قرآن وحدیث کو اہل علم سے پوچھ لیتے۔ تو ان کو سچائی کا راستہ صاف نظر آ جاتا۔ لیکن وہ تو فقط اپنی ریاست کی خیرنائے ہیں اور اپنے پیروکاروں اور معتقدین کی زبان سے اپنی تعریفیں سننے کے خواہشمند ہیں۔ ادھر علوم کی مثال پرندوں کے جھنڈ کی سی ہے۔ ایک نے گردن اٹھائی اور سب اس کے پیچھے پیچھے ہو گئے۔ ان کا تو یہ حال ہے کہ اگر کسی عیار نے نبوت یا خدا کی تمک کا دعویٰ کر لیا۔ تو اس کے ماننے والے اور مددگار بھی پیدا ہو جائیں گے۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ آنحضرتؐ خاتم الانبیاء ہیں۔ اور خدا کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔ (باقی آئندہ)

کر ان میش کے بندوں نے روح کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ ان کی ساری کوششیں صرف جسم کی پرورش اور نفس کی تربیت کے لئے وقف ہو چکی ہیں۔ وہ اقوام عالم پر مکروفریب کے دُورے ڈالتی ہیں اور ان کو مختلف خوشنما اور دل نبھانے والی چیزیں دکھا کر ان سے ٹھیک اس طرح فائدہ حاصل کرتی ہیں جس طرح ایک گوالا اپنی گائے سے حاصل کرتا ہے۔ اس بارے میں اقبال مرحوم فرماتے ہیں:

حکمت ارباب کس مکرست و من !
مکروفن ؟ تخریب جاں تعمیر من !
حکمت از بند دیں آزاده !
از مقام شوق دُور افتاده !

مغربی طرز کی درس گاہیں

یہ لوگ جہاں پہنچتے ہیں، وہاں تعلیم کے نام سے سکول کھولتے ہیں۔ کالج بناتے ہیں اور یونیورسٹیاں قائم کرتے ہیں۔ لیکن اس لئے نہیں کہ اس ملک کے باشندوں کو اپنی مذہبی اور قومی روایات سے آگاہ کر دیا جائے اور ان کو اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کا سلیقہ سکھایا جائے۔ بلکہ اس لئے کہ ان درس گاہوں کے ذریعے ایسی چلتی پھرتی مشینیں ڈھال دی جائیں جو طاقت ور حاکم اور مکروفریب کے درمیان واسطہ بن جائیں اور اپنے آفاقی خوشنودی کے لئے وہ سب کچھ کر لینے کو تیار ہوں جن کو ان کا آقا اپنی اجنبیت اور عوام کی بدگمانی کی وجہ سے سرانجام نہیں دے سکتا۔ اس بارے میں فرماتے ہیں:

مکتب از تدبیر او گید و نظام
تا بکام خواجہ اندیش غلام

یورپ اور مذہب

ان کے مقاصد شومہ کی راہ میں سب سے بُرا ڈرامہ مذہب

کے بورینشین اور خالقانوں کے کلی پوش بھی ان کی لصیحتیں سن سن کر وچڑھیں آتے ہیں اور وہ دن دُور نہیں۔ جبکہ ان "تکامیڈلر جنٹلمن" کے مبارک ہاتھوں کے بوئے ہوئے بیج ہمارے دلوں کی کھیتی میں سدسبز ہوں گے۔ اور اچھی طرح پھل پھول کر مذہبی اور ملکی آنا دی کا پھل دیں گے اور ہمارا بد قسمت ہندوستان زلزلے کے چکر سے چھوٹ کر دوبارہ جنت نشان بن جائے گا۔

اس وقت اقبال مرحوم کی مثنوی ہے

"پس چہ باید کردائے اقوام مشرق !"

ہمارے سامنے ہے۔ اس شراب سہ آتش میں ہمارے محب وطن فلسفی شاعر نے حکمت فرعونؑ کے عنوان سے یورپ کی تہذیب اور ان کے طرز حکومت پر قدرے دلچسپ اور زیادہ تر محققانہ بحث کی ہے۔ اور اپنی عمر بھر کے تجربات کا عطر نکال کر قوم کے سامنے رکھ دیا ہے۔ ہم اس میں سے چند مختصر شعر شریع کے ساتھ قارئین کرام کے سامنے پیش کرتے ہیں:-

اقوام مغرب و حایت دُور ہیں

انسان روح اور جسم دونوں کا مجموعہ ہے لیکن ان دونوں کی حیثیت ایک جیسی نہیں ہے۔ روح آقا اور حاکم ہے اور جسم اس کے لئے بمنزلہ خادم اور رعیت کے ہے جس سے وہ ملاقہ اور محل کے مطابق مختلف کام لیا کرتی ہے۔ اس لئے بحیثیت انسان ہونے کے ہر آدمی کا یہ فرض ہے کہ وہ روح کی اصلاح اور ترقی پر زیادہ توجہ صرف کرے اور جہان تک اس سے ہمو سکے۔ اس نورانی جوہر کو اپنی مخفی طاقتوں کے ظاہر کرنے اور اچھی طرح پھلنے پھولنے کا موقع دے جسم کی پرورش اور نگہداشت ضرور کرے لیکن اتنی کہ وہ اطمینان سے اپنے آقا یعنی روح کے احکام کی اطاعت کر سکے۔ لیکن یورپ کی نئی تہذیب کا جائزہ لینے کے بعد برعکس اس نتیجہ پر پہنچتا ہے

اور اس کی بے لوث تعلیمات ہیں۔ مذہب کا سب سے بڑا مقصد اقوام عالم کو بہنیت اور زندگی کے درجے سے نکال کر ملوکاتی انسان بنانا ہے۔ اس کی تعلیمات اس بات کی اجازت نہیں دیتیں کہ ہر بڑی پھیلی چھوٹی مچھلی کو ہڑپ کرے۔ بلکہ اس کے نزدیک حکومت کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ ظالم کو ظلم سے روکے اور مظلوم کو اس کے سخت گیر پنجوں سے چھڑالے۔ اس لئے حکومت ارباب کیں کا دوسرا اہم کام یہ ہوتا ہے کہ وہ شیخ ملت کو بہلا چھلا کر اپنا طرفدار بنالے اور اس طرح مذہب کا روٹا اپنے سستے سے ہٹا کر من مانی کارروائی کرتے رہیں فرماتے ہیں :

شیخ ملت با حدیث و لہشیں
بر مراد او کند تجدد یو دیں

شیخ ملت کی خدمات ان کے حق میں اپنے کارخانوں کی ڈہالی ہوتی شیعوں سے زیادہ مفید ثابت ہوئی ہیں۔ کیونکہ اسکے طرف پرستے رہتے ہیں۔ وہ اپنے قلم کا رخ جس طرف پھیرتا ہے۔ اسی طرف کے اہل حق بیچ اٹھتے ہیں اور چند دنوں میں اس کی تدبیروں، عیادیوں اور مکاریوں سے وحدت قومی کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ فرماتے ہیں :

از دم او وحدت قومی دو نیم
کس حرفیش نیست جز چوب کلیم

ایسی قوم اور اس کے خود غرض رہنماؤں کی حالت پر۔ جتنا بھی افسوس کیا جائے، کم ہے کیونکہ وہ دوسروں کے ہاتھ میں کھڑپتلی بنے ہیں اور ان کا گھر بنانے کے لئے اپنی جڑوں پر خود کھارڑی مارتے ہیں :

دائے قوسے کشتہ تدبیر غیر
کلاب او تحریب خود تعبیر غیر

ہماری تعلیم

اس حکومت کے بنائے ہوئے مدارس میں مختلف علوم و فنون کی تعلیم دی جاتی ہے۔ فلسفہ، منطق، نفسیات، جغرافیہ، اقتصادیات، سیاسیات، سائنس، ادب اور فنون لطیفہ وغیرہ سبھی کچھ قوم کے نوہالوں کو پلایا جاتا ہے لیکن تعلیم کا نظام اور اساتذہ کا تقرر کچھ اس طریق پر ہوا کرتا ہے کہ لڑکے سب کچھ پڑھ لینے اور ڈگریاں حاصل کر چکنے کے بعد بھی اس بات سے نادانگہ رہتے ہیں کہ ہم کون ہیں؟ ہماری قومیت کیا ہے؟ ہمارا مذہب کیا ہے۔ ہمیں کیا کرنا ہے اور کہاں جانا ہے؟ صرف خیال کی نیرنگیوں سے دل خوش کرتے ہیں اور ہر لمحہ ایک نئے دھن میں پڑ کر وقت عزیز کو ضائع کرتے ہیں :

می شود در علم و فن صاحب نظر
از وجود خود بگذرد با خیر
فقد حق را از نگین خود ستود
در ضمیرش آرزو باز داد برد!

آرائش و زیبائش

ان تعلیم گاہوں میں قوم کے نوہالوں کو جو سب بڑی لٹ ہاتھ آتی ہے۔ وہ فقط ارباب حکومت کے ظالم و ستم و زینت کی نقالی ہوتی ہے اور یہی ایک فرم ہے جس پر ان درگاہوں میں زیادہ ترقی دی جاتی ہے یعنی شکل صورت کیسی بنائی جائے۔ لباس کس فیشن کا پہنا جائے۔ اٹھنے بیٹھنے میں اور بول چال میں ارباب حکومت کے آداب و اطوار کو کیونکر بنایا جائے۔ فرماتے ہیں :

از حیال بگاہ پیران کہن
نوجوانان چوں زماں مشغول تن
در دل شاں آرزو پائے ثبات
مردہ زایند از بطون امہات
دختران تہذیب

سردہ رفعتی

قرآن مجید اور شیعہ

(۲)

(از قلم مولانا کبیر عبدالحق صاحب نزیل امیر)
ان مذکورہ تادیلات رکیک سے معلوم ہوا کہ سب
نتیجہ معاملہ یار لوگوں کا تصنیف کیا ہوا ہے۔ جہاں بات
نہیں سکی۔ وہیں ایک حدیث بعنوان "عن جعفر" بنا ڈالی۔
اور باعث اس کا وہی صحابہ رض کے ساتھ بغض دیکھتے ہیں۔
اسی وجہ سے موجودہ قرآن ناقص ٹھہرا گیا۔ پھر اصلی قرآن
کو بڑھا اور زیادہ آیتوں والا ثابت کیا گیا جب محققین نے

رہ گئیں لڑکیاں، توان کی فطرت ہی خود آرائی اور
خود نمائی ہے۔ اگر وہ سونابن کر درگاہ میں جاتی ہیں، تو
کندن بنکرواں سے نکلتی ہیں۔
دختران اد بزلت خود اسیر
شوخ چشم و غود نما و خردہ گیر
ساختہ پیرداختہ، دل باختہ
ابرواں مثل دو تنج آختہ
ساعیہ سیمین شاں عیش نظر
سینہ ماہی ہوج اندر بنگر!

عام بیکاری کی ایک وجہ

اس خود نمائی اور تن آرائی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان
کے مصارف بڑھ جاتے ہیں۔ جنہیں پورا کرنے کے لئے
وہ گوناگوں تفکرات اور پریشانیوں میں الجھ جاتے ہیں
لیکن ان مصارف کو پورا کرنے کے لئے وہ کوئی ایسا
ذریعہ اختیار نہیں کر سکتے جس میں زیادہ محنت کرنی پڑتی
ہو۔ یا جس میں جان کا خطرہ ہو۔ کیونکہ خود پسندی اور
عیش پرستی انسان کو آرام طلب بنا دیتی ہے۔ یہی وجہ
ہے کہ سپاہیوں کی اولاد آج فوج کے نام سے ڈرتی ہے
اور صنعت و حرفت یا تجارت سے بھی کتراتے ہیں۔ ہاں کسی
دفتر میں ملازمت مل جائے تو اس کی سب سے بڑی دینوی
آرزو پوری ہو جاتی ہے۔ فرماتے ہیں۔

ہر زمان اندر تلاش ساز و برگ
کار او فکر معاش و ترس مرگ

رہ گئے سرمایہ دار تو ان کی عیش پرستی ان کو اس قابل
نہیں چھوڑتی کہ وہ اللہ کی دی ہوئی دولت سے غرابہ کے
لئے ایک حصہ الگ کر کے اپنی قوم کے پسماندہ لوگوں کی مدد
کریں۔ اور انہیں کسی کام پر لگا کر در بدر بھٹکنے اور ضمیر کی
بیش بہا دولت بیچنے سے بچالیں۔ فرماتے ہیں۔

۴ ۵ مستغناں او بخیل و عیش دوست
غافل از مفراند و اندر بند پست

اور جب قوم کے امیر اور غریب، جوان اور بوڑھے، سب
عیش و عشرت میں مبتلا ہو جائیں اور خود اپنے پاؤں پر کھڑا
ہونے کی صلاحیت سے محروم رہ جائیں، تو بجز اس کے چارہ
نہیں رہتا کہ ارباب حکومت کی چوکھٹ پر جیہ سائی کریں اور
نفسانی خواہشات کی خاطر اپنے ملک و ملت کے مفاد کو
اغیار کے مفاد پر بھینٹ چڑھائیں۔

وقت فرماں روا معبود او!

در زبان دین و ایماں سود او

از حد امروز خود بیرون بخت

روزگارش نقش یکم در دانت

دین او عہد وفا بستن بنیر

یعنی از خشت حرم تعمیر ذیر!

آہ قسے دل زحق پر داختہ

مرد و مرگ خویش را نشاختہ

مطالبہ کیا تو کہا۔ اس کو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چھپا دیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم ہی کی بے پردائی اس کا باعث ہوئی۔ پھر حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ کے وقت کسی نے اس اہلی قرآن کی آیت پڑھ ڈالی تو اس کو انہوں نے فرمایا۔ ابھی اس کو ست ظاہر کر دو جب تک امام غائب نہ آوے۔ امام غائب کب آئیں گے؟ معتقدین شیعہ نے جہاں تک ان کا دماغ چل سکا، میعادیں مقرر کیں۔ آخر جب ان میں بھی کوئی پیش نہ چل سکی تو کہا کہ امام حسین علیہ السلام نے خدا کو غصہ تھا۔ اس نے پہلے شیعہ کا وعدہ کیا تھا۔ پھر اہل زمین پر غضبناک ہو کر اس کو مٹا دیا۔ ایک مؤخر کر دیا۔ اس پر کسی سنی محقق نے سوال کر دیا ہوگا کہ آیا خدا جس کا علم جملہ امور کو محیط ہے۔ اس کو یہ پہلے وعدہ کے وقت سوچنا چاہیئے تھا۔ کہ اس طرح مشہادت امام رضی اللہ عنہ سے مجھ کو غصہ آجائے گا۔ اور میں پہلے سے ہی ایسی بات کہوں۔ جو تبدیل نہ ہو سکے۔ جب یار لوگوں نے ادھر توجہ کی تو علم کلام، تصنیف کو ڈالا اور کہہ دیا کہ ہمارے نزدیک یہ بات عقائد میں داخل ہے۔ کہ (ہمارے خدا کو "بدا" ہوتا ہے۔ بداً کا عقیدہ تو ہندوؤں، نصرانیوں اور سکھوں کا بھی نہیں۔ شیعوں کو صرف صحابہؓ کی عداوت سے یہ کہنا پڑا۔ کہ خدا نے پہلے امام غائب کی آمد کا وعدہ مقرر کیا تھا۔ پھر مٹا دیا۔ پھر جب لوگوں نے اس ان کو فاش کر دیا تو ایک غیر معین وقت پر قرآن کو لانے کا معاملہ مؤخر کر دیا۔ یعنی خدا کو بداً ہوا۔

اب متاخرین میں سے مولوی حائری صاحب نے جب اپنی قوم میں کھلیا ہٹ دیکھی تو ایسی ٹھوکریں کھائیں جو ایک ادنیٰ سمجھ والے شخص بھی ایسی ٹھوکریں نہیں کھا سکتا۔ ادھر حضرت امام مہدی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منظر اتم کہا جاتا ہے۔ اور پھر وہ دشمنوں سے ڈرتے ہیں۔ کہ میرے قتل ہونے سے زمین امام سے خالی ہو جائے گی۔ اور یہ مسئلہ اصول کافی میں موجود ہے

کہ موت، امام کے اختیار میں ہے۔ اور وہ اپنی موت کو جانتے ہیں کہ کب آئے گی۔ انیسویں حائری صاحب! ایسے بودے خیالات لکھتے وقت اصول کافی تو دیکھ لی ہوتی۔

موجودہ قرآن شیعوں کے نزدیک
محرف ہے تحریف کی مثالیں کتب شیعہ
از بغاں شد
کہ صیاد آں بخود
شیعوں سے

تو توقع کیسے ہو سکتی ہے جبکہ تہذیب کا بانی یہودی ہے۔ اور یہودیوں کی عداوت اسلام کے ساتھ مسلہ ار ہے۔ ہاں ایک نصرانی اس قرآن کے متعلق دیکھو کیا لکھتا ہے۔
سرولیم میور سابق لفٹنٹ گورنر صوبہ متحدہ "لائف آف محمد" میں لکھتا ہے:-

"یہ بالکل صحیح اور کامل قرآن ہے۔ اس میں ایک حرف تحریف نہیں ہوا۔ ہم ایک بڑی مضبوط بنا پر دعوائے کر سکتے ہیں کہ قرآن کی ہر آیت فائض اور غیر متغیر صورت میں ہے اور آخر کار ہم اپنی بحث کو دن ہیام صاحب کے فیصلہ پر ختم کرتے ہیں۔ وہ فیصلہ یہ ہے کہ ہمارے پاس جو قرآن ہے ہم کامل طور پر اس میں ہر لفظ محمد (صلعم) کا سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ مسلمان اس کے ہر لفظ کو خدا کا لفظ خیال کرتے ہیں"

لیکن شیعہ کی اصول کافی ص ۱۳۹ مطبوعہ نول کشور ۱۳۰۲
میں ہے کہ جابرؓ کہتے ہیں۔ میں نے امام باقر سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ جو شخص یہ دعوائے کرے کہ اس نے سارے قرآن کو جیسا کہ نازل ہوا ہے جمع کر لیا ہے۔ وہ بڑا جھوٹا ہے۔ قرآن کو جیسا کہ خدا نے نازل کیا بغیر علی رضا اور امام مہدی کے کسی نے جمع نہیں کیا۔ گویا کہ یہ قرآن جو موجود ہے وہ محرف اور غیر مکمل ہے ع
ہیں تفاد رہ از کجاست تا کجبا؟

عیسائی مصنفین کا فیصلہ بھی اوپر دیکھ لیا۔ اب شیعوں کا فیصلہ بھی دیکھ لو۔

ہم چند مثلاً کتب شیعہ سے اخذ کر کے درج کرتے ہیں۔ کردہ کون کون سے مواقع میں تحریف بتلاتے ہیں۔

اور تحریف کیا ہوئی ہے۔ اس کیا تھا۔ ایسے واضح

طور سے اسکو تحریر کیا جائے گا۔ کہ خوب پتہ چل جائے۔

(۱) جابر بن عبد اللہ امام باقرؑ سے روایت کیا کہ حضرت

علیؑ کو امیر المومنین کیوں کہتے ہیں۔ تو آپؑ نے فرمایا:

ان کا یہ نام خدا نے رکھا ہے۔ پھر آپؑ نے یہ آیت

پڑھی: "وَإِذَا أَخَذْنَا مِنَ ابْنِ آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدُوا لَهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَفِئَةً" (اصول کافی ص ۲۶)

و ان محمدًا رسولی و ان علیا امیرا المومنین علیہ

السلام" صاحبو! خط کشیدہ عبارت کو تحریف قرار

دی گیا ہے (اصول کافی ص ۲۶)

(۲) ابو بصیر امام جعفرؑ سے روایت ہے کہ آیت "وَمَنْ

يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا" (اصول کافی ص ۲۶)

خط کشیدہ عبارت موجودہ قرآن میں نہیں ہے۔

(۳) اصول کافی ص ۲۶۔ عبد اللہ بن سنان امام

جعفرؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے آیت "وَلَقَدْ عَهِدْنَا

إِلَىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلِ هَٰذِهِ الْكَلِمَاتِ فِي مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ وَالْعَاطِمَةِ

وَالْحُسَيْنِ وَالْأَئِمَّةِ مِنْ ذُرِّيَّتِهِمْ فَتَنُوا" خط کشیدہ عبارت کو عبد اللہ بن سنان قسم کھا کر ثابت

کر رہا ہے جو موجودہ قرآن میں نہیں ہے۔

(۴) اصول کافی ص ۲۶ جابر بن عبد اللہ امام باقرؑ سے

روایت کی کہ آیت "وَبَشِّرُوا بِشَرِّ الْأَشْرَارِ" میں خط کشیدہ

یكفوا و ابما انزل الله فی علی بنیا" میں خط کشیدہ

الفاظ نازل ہوئے تھے۔ مگر موجودہ قرآن میں نہیں ہیں

کیا یہ تحریف کا اقرار نہیں؟

(۵) اصول کافی ص ۲۶۔ جابر کہتے ہیں کہ مندرجہ ذیل

آیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی: "إِن

كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ"

خط کشیدہ الفاظ موجودہ قرآن میں

نہیں ہیں۔

(۶) اصول کافی ص ۲۶۔ سخی امام جعفرؑ سے روایت ہے

کہ آپؑ نے فرمایا: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا نَزَّلْنَا فِي

الْحَقِّ عَلَىٰ فُؤَادِكُمْ بُرْهَانًا" میں "فِي الْحَقِّ" کو "فِي الْمُبِينِ"

میں تبدیل کر دیا۔ گویا کہ آیت تحریف ہوئی۔

(۷) اصول کافی ص ۲۶۔ جابر کہتے ہیں، آیت "وَلَا تَقْرَأُوا

الْحِكْمَةَ إِلَّا بِمَا نَزَّلْنَا" میں "وَلَا تَقْرَأُوا إِلَّا بِمَا نَزَّلْنَا"

میں تبدیل کر دیا۔ گویا کہ آیت تحریف ہوئی۔

(۸) ابو بصیر نے امام جعفرؑ سے روایت کیا کہ آیت

"فَسْتَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ" میں اصل الفاظ

قرآن کے یوں تھے: "يَا مَعْشَرَ الْمُنَافِقِينَ إِنَّا كُنَّا

مَعَكُمْ سَائِلِينَ" میں "يَا مَعْشَرَ الْمُنَافِقِينَ" کو "يَا مَعْشَرَ الْمُنَافِقِينَ"

میں تبدیل کر دیا۔ گویا کہ آیت تحریف ہوئی۔

(۹) ابو بصیر امام جعفرؑ سے روایت ہے کہ مندرجہ ذیل

آیت کو پڑھ کر امام جعفرؑ نے فرمایا قسم ہے اللہ کی اسی طرح

جبرئیلؑ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ آیت

یوں ہے: "سَالِ سَائِلِينَ" واقعہ لکھنؤ میں واقع لکھنؤ میں

دکھائی دیا کہ اس میں "سَالِ" کے الفاظ موجودہ قرآن میں نہیں ہیں۔ (اصول کافی ص ۲۶)

(۱۰) اصول کافی ص ۲۶۔ امام جعفرؑ سے روایت ہے کہ آیت

"فَإِنِ اكْتَفَىٰ لِنَاسٍ أَلَّا يَكْفُورُوا" میں "فَإِنِ" کو "فَإِنِ"

میں تبدیل کر دیا۔ گویا کہ آیت تحریف ہوئی۔

اکثر الناس جو کافر ہیں۔

(۱۱) اصول کافی کتاب فضل القرآن ص ۱۰۰۔ احمد بن محمد

بن ابی نصر راوی ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے مجھ کو ایک قرآن دیا اور فرمایا۔ اس میں سے نقل نہ کرنا۔ پس میں نے جب اُسے کھولا تو سورہ "لہد یکن الذین کفرُوا" پڑھی تو اس میں قریش کے ستر شخصوں کے نام بقیہ ولایت پائے۔ راوی کہتا ہے کہ مجھے امام نے کہلا بھیجا کہ وہ قرآن میرے پاس بھیجید (انتہی)

راوی نے تو ان ستر شخصوں کے نام یا اوصاف ذکر نہیں کئے۔ مگر "کافی" کی شرح "صافی" کا مصنف لکھتا ہے کہ ان لوگوں سے مراد وہ ستر آدمی ہیں کہ جنہوں نے اہل بیت کی امامت کا حق غصب کرنے کی سعی کی۔ انشاء اللہ گویا کہ وہ نام تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی مخفی رہے پھر "کافی" کے شارح نے بھی ان کی صفت بتلائی۔ نام نہیں بتلائے۔ کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے غصب امامت میں سعی کی۔ کسے باشد! حالانکہ راوی معین نام بقیہ ولایت بتلاتا ہے۔

(۱۲) اصول کافی ص ۶۶ میں ہے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا۔ ایک تہائی قرآن ہمارے فضائل اور ہمارے دشمنوں کے شائب میں نازل ہوا تھا۔ اور تہائی میں سنن و اشال اور تہائی میں احکام۔ دوسری روایت میں امام محمد باقر سے مروی ہے کہ چوتھائی قرآن میں ہمارے فضائل چوتھائی میں ہمارے دشمنوں کے شائب چوتھائی میں سنن و اشال اور چوتھائی میں فرائض و احکام ہیں چنانچہ:-

"حیاء القلوب" مطبوعہ لوک شوریہ جلد سوم ص ۴۲ میں ہی باقر عباسی نے لکھا ہے۔

(۱۳) اصول کافی ص ۲۲ ابو حمزہ روایت کرتا ہے کہ امام محمد باقر نے فرمایا کہ جبریل یہ آیت اسی طرح لے کر نازل ہوئے تھے ان الذین کفرُوا و ظلموا آل محمد

حقہم لہد یکن اللہ لیغفر لہم ولا یہد لہم صریحا الا طریق جہنم خالدین فیہا ابدا وکلن ذلک علی اللہ یسیرا پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:- "یا یہا الناس قد جاءکم الرسول بالحق من ربکم فی ولایۃ علی فآمنوا اخیرا لکم وان تکفروا بولایۃ علی فان اللہ ما فی السموات والارضین ناظرین! موجودہ قرآن میں خط کشیدہ الفاظ "آل محمد حقہم" اور "بولایۃ علی" موجود نہیں ہیں۔

(۱۴) ابو حمزہ امام جعفر رضی اللہ عنہ سے راوی ہے کہ جبریلؑ ہندرجہ ذیل آیت کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح لیکر آئے تھے "فیدل الذین ظلموا آل محمد حقہم قولا غیر الذی قیل لہم فانزلنا علی الذین ظلموا آل محمد حقہم رجوا من السماء بما کانوا یفسقون" (اصول کافی ص ۲۶)

موجودہ قرآن میں خط کشیدہ الفاظ نہیں ہیں۔ (۱۵) حمزہ نے غیر معلوم الاسم راوی سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے امام جعفرؑ کے سامنے یہ آیت پڑھی۔ قل اعملوا فی سبیل اللہ علیکم در رسولہ و المؤمنون امام نے فرمایا میں نہیں بلکہ اس طرح ہے "والما مؤمنون" اور "مؤمنون" ہم ہیں۔ (اصول کافی ص ۲۶) انشاء اللہ روایت ایسی معتبر ہے کہ راویوں کے نام تک بھی معلوم نہیں۔ اور یہ روایت اس کتاب کی ہے جس کے متعلق بقول شیعہ امام نے فرمایا تھا "ہذا کاف للشیعتنا"

(۱۶) ابو حمزہ ۱ نے امام باقرؑ سے روایت کیا کہ یہ آیت اس طرح تھی "وقل الحق من ربکم فی ولایۃ علی فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظالمین بال محمد نارا" (اصول کافی ص ۲۶) اور موجودہ قرآن میں خط کشیدہ الفاظ نہیں ہیں۔

(۱۷) مصلیٰ سے ایک مرفوع روایت کرتے ہیں
مگر راویوں کے نام نہیں۔ یہ معلوم کر یہ رفع ام صاب
زمان تک ہے۔ بواسطہ کسی سفیر کے یا کسی دوسرے
امام تک توسط راویوں کے مرفوع ہے) اللہ تعالیٰ کے
قول "فبای آلائی دیکھا تکذ بان ابا لنبی ام
بالوصی" (اصول کافی ص ۱۳)

خط کشیدہ الفاظ موجودہ قرآن میں نہیں ہیں۔
۱۸ اصول کافی ص ۱۶ میں ہے کہ حکم بن عتبہ
ایک روز امام علی بن الحسین کی خدمت میں حاضر ہوئے
امام نے فرمایا حکم! کیا تجھے وہ آیت معلوم ہے جس کی
رو سے حضرت علی علیہ السلام اپنے قاتل کو پہچانتے
تھے۔ اور ان امور بزرگ سے واقف تھے جن کو لوگوں
کے سامنے بیان فرماتے تھے۔ حکم نے عرض کی نہیں۔
پھر حکم کے پوچھنے پر امام نے فرمایا۔ وہ اللہ تعالیٰ کا یہ
قول ہے "وما ارسلنا قبلك من رسول ولا نبی
ولا محدث" اور فرمایا کہ علیؑ محدث تھے موجودہ
قرآن میں "ولا محدث" نہیں ہے۔ محدث سے مراد
وہ شخص ہے جس سے فرشتے کلام کریں۔

(۱۹) ابو بصیر کہتا ہے کہ امام جعفر نے فرمایا۔
تقیہ اللہ کے دین سے ہے۔ میں نے عرض کی کہ کیا اللہ
کے دین سے ہے؟ امام نے فرمایا ہاں اللہ کی قسم اللہ
کے دین سے ہے۔ یوسف علیہ السلام نے کہا تھا۔ اے
فاخلہ والو! تم جو ہو، اللہ کی قسم انہوں نے کچھ چرایا نہ
تھا۔ (اصول کافی ص ۱۴)

حالانکہ موجودہ قرآن میں "ایہما العیوانکھ لسارقین"
کا قائل کوئی دوسرا شخص ہے۔ یوسف علیہ السلام اس
کے قائل نہیں تاکہ تقیہ کی آڑ لینی پڑے۔
تیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیعوں
کے نزدیک امام معصوم نے بتلاد با کہ تقیہ اور جھوٹ

بک ہی چیز ہے۔ کیونکہ جس نے کچھ چرایا نہ تھا۔ اس کو
چور کہنا تقیہ ہے۔

(۲۰) کتاب الموضنہ للعلینی ص ۲۰۔ ابو بصیر نے امام
جعفرؑ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا "هذا کتابنا
ینطق علیک بالحق" فرمایا کہ نوشتہ تو نہ کبھی بولا۔
نہ بولے گا۔ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نوشتہ
کے ساتھ گویا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "هذا کتابنا
ینطق علیک بالحق" ابو بصیر کہتا ہے۔ میں نے عرض
کیا کہ میں آپ پر قربان جاؤں۔ ہم تو اس آیت کو اس
طرح نہیں پڑھتے۔ اس پر امام نے فرمایا اللہ کی قسم
اسی طرح جبریلؑ اس کو لے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم
پر نازل ہوئے تھے۔ مگر یہ مقام اللہ تعالیٰ کی کتاب
کے ان مقامات میں سے ہے جن میں تحریف کر دی
گئی ہے" (انتہی) یعنی امام نے "ینطق" بصیغہ

مجبول پڑھا۔ موجودہ قرآن میں بصیغہ معروف ہے مجبول
پڑھنے پر مطلب یہ بیان کیا ہے۔ تفسیر نجی میں کہ جناب
رسولؐ خدا نوشتہ کو دیکھ کر نطق فرمائیں گے یعنی تمہارے
برخلاف ٹھیک ٹھیک کہلوایا جائے گا۔ کس طرح صاف
اقرار ہے کہ کتاب اللہ میں تحریف ہو چکی ہے۔ پھر قرآن
غیر محرف امام غائب کے پاس ہے۔ اور وہ باوجودیکہ اپنی
موت اپنے اختیار میں رکھتے ہیں۔ غار سرمن راستے
سے نہیں نکلتے۔ پس ایسے مومنوں کو اگر آریہ یا عیسائی
اپنے مذہب کی دعوت دیں کہ تمہارے پاس محرف قرآن
کے سوا کچھ ہے نہیں تو کیوں غیر معلوم راستے پر چل
رہے ہو۔ قرآن جن کتابوں کا ناسخ کہا جاتا تھا وہ

بات اب نہیں رہی۔ قرآن ہی نہ رہا۔ پھر پرانے راستے
پر آجاء جب امام غائب صاحب آدین گئے۔ دیکھا جا
ایسے مومنوں کو بجز تسلیم و رضا کے کیا چارہ ہو سکتا گا۔
قاعدہ دیا اولی الابصار۔ صحابہؓ کی عداوت نے ان کو کھینچا

فضائل سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ

معاندین کے اعتراضات کا جواب

علامہ ابن حجر ہتیمی کے قلم سے

(۱۸)

(ترجمہ مولانا حکیم سید عبدالخالق صاحب مزیل اتر مر)

ابن مزرم کی حدیث کی تحقیق | اور اکابر حفاظ میں سے بعض تحقیق

نے بنا بر مشہور روایت کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں کلام سے کہ اب زمزم میں غرض کے لئے پیا جائے اسی کو نفع دے ہے؟ استدلال کیا ہے کہ اس حدیث کی کچھ اصل موجود ہے

کیونکہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا کلام سند حسن سے مروی ہے اور اس میں اس حدیث کی تصریح ہے پس یہ گویا کہ اس کی صحت کے لئے ایک دلیل ہے۔ اس لئے کہ صحابی جب کوئی ایسا مسئلہ بیان کرے کہ جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے پس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا

(بقیہ از صفحہ ۳۵)

سے کہاں پہنچا دیا۔

(۲۱) کتاب الردۃ للعلینی ص ۱۷۱ علی بن سوید نے حضرت امام موسیٰ علیہ السلام کو خط لکھا تھا جبکہ وہ قبلہ میں تھے۔ اس خط میں علی بن سوید نے امام کا حال دریافت کیا تھا۔ اور چند مسائل پوچھے تھے۔ امام موصوف نے جواب میں چند مضامین لکھے تھے۔ جن میں سے یہ بھی تھا کہ "تو ان لوگوں کا دشمن تلاش نہ کر، جو تیرے شیروں سے نہیں ہیں اور نہ تو ان کے دین سے محبت رکھ کیونکہ وہ خیانت کرنے والے ہیں جنہوں نے خدا اور رسولؐ سے خیانت کی اور اپنی امانتوں میں خیانت کی۔ اور کیا تجھے معلوم ہے کہ انہوں نے کس طرح امانتوں میں خیانت کی۔ وہ خدا کی کتاب پر ایمان بنا سکتے تھے۔ پس انہوں نے اس کو

تحریف کر دیا۔ اور اسے بدل ڈالا! (دہلی) تحریف کا منہ بھر کر اقرار کرنا امام کی طرف علی بن سوید نے منسوب کیا ہے۔ (۲۲) "بصائر الدجالت" مطبوعہ ایران ۱۳۸۵ھ جز ثامن باب سابع عشر امام باقر علیہ السلام نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی میں اپنے اصحاب کو بلایا اور فرمایا میں تم میں دو نفیس چیزیں چھوڑ چلا ہوں۔ دیکھو اگر تم ان سے شک کرو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ اللہ کی کتاب اور میری عترت ہے یعنی میرے اہلبیت پس تحقیق وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! میں تم میں اللہ کی عترتیں چھوڑ چلا ہوں یعنی کتاب خدا اور میری عترت اور کعبہ بیت الحرام۔ پھر امام محمد باقر نے بیان کیا کہ کتاب اللہ کا انہوں نے تحریف کر دیا اور کعبہ کو گر دیا اور عترت کو قتل کر ڈالا (دہلی) (باقی آئندہ)

تصحیح متقدمین میں سے بہت بڑے شخص یعنی ابن عیینہؒ نے کی ہے اور متاخرین حفاظ کے اکابر میں سے منذری اور دیلمی نے کی ہے۔ بلکہ اس کے متعلق ایک رسالہ جمع کیا ہے۔

صحیح اور حسن اور ضعیف کہنے والوں کے اقوال میں تطبیق

میں متافی (متماثل) نہیں ہے۔ جیسا کہ نوویؒ نے تصریح کی ہے۔ اور وہ تصحیح اور تضعیف کے بارے میں حفاظ متاخرین کے ائمہ میں سے ہیں۔ کیونکہ جس نے اس حدیث کو صحیح کے شاہد صحیح کے اعتبار سے کہا جو ابی بن عباسؓ سے مذکور ہوا۔ اور جس نے اس کو حسن کہا ہے اس نے اس شاہد کے اعتبار سے کہا جو حسن ہے اور جس کا ذکر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اور گزر چکا اور جس نے اس کو ضعیف کہا۔ اس نے شاہد سے الگ کر کے باعتبار اس کی ذات کے کہا۔ اور یہ حدیث بعض ایسے کمزور اسنادوں سے بھی مروی ہے جن کو شمار نہیں کیا جاتا (یا اہم نہیں سمجھا جاتا۔ ان کا مضمون یہ ہے کہ) آپ زمر ہر بیماری سے شفا ہے۔

اور بعض ایسے اسنادوں سے مروی ہے کہ جن کا مجموعہ حسن ہے۔ کہ ماء زمزم خوب سیر ہو کر پینا نفاق سے علیحدہ ہونے کی نشانی ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہمارے درمیان اور منافقین کے درمیان فرق یہ ہے کہ وہ آپ زمزم سے خوب شکم سیری نہیں کرتے۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ ہمارے اور منافقین کے درمیان فرق یہ ہے کہ ہم آپ زمزم کا ڈول نکالی کر خوب سیر ہو کر پیتے ہیں، جتنی کہ طاقت ہو۔ اور منافق کبھی اس سے سیر نہ ہوگا۔ اور بعض ایسے لوگوں کا جو علم سے

یہ قول کہ "ماء زمزم لما شرب له" (یعنی) آپ زمرم جس غرض کے لئے پیا جائے اسی کو مفید ہو گا ہے" اس معاملے میں حجت ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ اور امام احمدؒ کی ایک روایت میں "لما شرب منه" کا لفظ ہے۔ اور اس بارے میں محدثین اور دوسرے علماء کا کلام بہت زیادہ ہے اور حاصل سب کا یہ ہے کہ یہ اپنی ذات میں تو ضعیف ہے (یعنی حدیث "ماء زمزم لما شرب له") لیکن اس کے واسطے بعض شواہد ہیں جو اس کے حسن ہونے پر جو بٹا دلالت کرتے ہیں اور بعض شواہد ان میں ایسے ہیں جو اس کی صحت پر جو بٹا دلالت کرتے ہیں۔ منجملہ ان شواہد کے یہ ہے کہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوف مروی ہے۔ اور ایسا شخص اپنی رائے سے ایسا حکم نہیں بیان کر سکتا پس اس کے واسطے گویا حکم لگایا جائے گا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع ہے جس طرح کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے۔ آدہ حاکم نے تو اس حدیث کی ایک مرفوع سند کی تصحیح بھی کی ہے۔ لیکن کہا ہے کہ اگرچہ مروی کے راویوں میں سے کوئی سلیم ہو اور کوئی سلیم رہا نہیں تو وہ خود صدوق (سچا) ہے۔ لیکن اگر وہ منفرد ہو چلا کہ وہ اس کو موصول کرنے میں ابن عیینہؒ سے منفرد ہے اور قفرو کے وقت اس کو دلیل نہیں بنا سکتے جبکہ دوسرے ثقات نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے ابن عیینہؒ سے نقل کیا ہے۔ کہ یہ ابن عباسؓ پر موقوف ہے، مرفوع نہیں ہے۔

منجملہ ان شواہد کے ایک یہ بھی ہے جس کو طیبی نے ابو ذرؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ زمزم بھوکے کے واسطے کھانا ہے اور بیمار کے واسطے شفا ہے اور اس کی اصل صحیح مسلم میں ہے۔

بن جلدان شواہد کے یہ بھی ہے کہ اس حدیث کی

قوم کا سردار بننے کے لائق معلوم ہوتا ہے۔ اس پر ان کی والدہ ہندہ نے کہا کہ کیا صرف اپنی قوم کا! اگر یہ سارے عرب کا سردار ہو تو اس کی ماں اس کو روکے۔

تقریبی نے ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ بچپن میں اپنی والدہ کے ہمراہ چل رہے تھے۔ اچانک ٹھوکر کھا کر گر گئے۔ اس پر ان کی والدہ نے کہا۔ اٹھ! خدا تم کو نہ اٹھاوے۔ اس پر ایک اعرابی نے کہا۔ تو اس طرح کیوں کہتی ہے! واللہ میں اس کو اپنی قوم کا سردار پاتا ہوں۔ ان کی والدہ نے کہا۔ اگر یہ صرف اپنی قوم کا ہی سردار ہو تو اس کو خدا نہ اٹھاوے۔ گویا کہ اس نے بعض کاہنوں کی خبروں سے معلوم کیا ہو گا کہ یہ عرب کا سردار ہو گا۔

ومنہا

منجد مناقب معاویہ رضی اللہ عنہ کے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ایک قول ہے۔ جو ان کے حق میں انہوں نے فرمایا ہے کہ میں نے بادشاہت کے واسطے معاویہ رضی اللہ عنہ سے اعلیٰ کسی کو نہیں پایا۔ اس کو بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے۔ اور اسی کے موافق حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مذکور ہے کہ جب آپ ملک شام میں داخل ہوئے اور آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اور ان کے لشکر کی کثرت اور شان و شوکت کو دیکھا۔ تو آپ کو بہت اچھا معلوم ہوا۔ اور اس پر آپ نے اظہار تعجب فرمایا۔ اور کہا کہ یہ شخص عرب کا کسرا ہے یعنی انتظام مملکت میں غلبہ شان اور عظمت و شوکت میں۔ پس یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت ہے اور اس پر آپ کی رضا مندی اور اظہار خوشی ہے۔ اور آپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی شہادت بھی۔ جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گردہ میں سے ہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے والے ہیں۔ بایں ہمہ انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں ان کے حق کی ذرا برابر تنقیص

بالکل خالی ہیں۔ یہ خیال ہے کہ آپ زمر کی یہ فضیلت صرف اپنی جگہ پر ہوتے ہوئے ہے (یعنی اگر اس کو کسی دوسری جگہ لے جایا جائے تو پھر یہ خاصیت اس میں نہیں ہے) اور اس کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسی حدیث میں مروی ہے۔ جس کے شواہد بھی ہیں۔ کہ آپ نے سہیل بن عمرو کو فتح مکہ سے پہلے لکھا تھا۔ کہ آپ زمر میں سے وہ آپ کو مدینہ شریف میں بھیجیں۔ اور اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کو اٹھا کر لے جایا کرتی تھیں۔ اور فرمایا کرتی تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کرتے تھے۔ اور آپ اس کو برتنوں اور شکیلوں میں بھر کر لے جایا کرتے تھے۔ اور اس میں سے بیماروں پر چھڑکتے تھے اور ان کو بلایا کرتے تھے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی ہمان جاتا تو اس کو ماء زمر کا تحفہ دیا کرتے تھے اور حضرت عطاءؓ سے اس کو بیجانے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ زمر کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اٹھا کر لے گئے اور حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما اٹھا کر لے جاتے تھے۔ (آپ زمر کی حدیث کی طرح حدیث بادنجان پر بھی مصنفؒ نے ایک بحث لکھی ہے۔ چونکہ اس کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب سے کوئی تعلق نہیں۔ اس واسطے ہم اس کا ترجمہ نہیں کریں گے)

ومنہا

مناقب معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی ہے کہ ان کے ماں باپ کو ان کے بچپن میں ان کی نجابت کے نشانات ظاہر ہو گئے تھے اور ان کو معلوم ہو گیا تھا کہ وہ سب لوگوں میں سردار ہوں گے۔ اور سب پر حکومت کریں گے۔ چنانچہ ابوسعید مدنی نے ایک حدیث روایت کی ہے۔ کہ ابوسعیدان رضی اللہ عنہ نے اپنے لڑکے معاویہ رضی اللہ عنہ کو بچپن میں دیکھ کر کہا کہ یہ میرا بیٹا بڑے سردار والا ہے اور وہ اپنی

حکومت یونی اورستی

تحریک مدح صحابہ حکومت یونی کی بے تدبیری سے ایک بالکل نئے دور میں قدم رکھ رہی ہے۔ اس سے قبل شیعوں کا مطالبہ یہ تھا کہ انہیں لکھنؤ میں مدح صحابہ کا جلوس نکالنے کی اجازت دینی چاہیے۔ یہ اپنے بزرگوں کی مدح ہے کسی کے بزرگوں کی توہین نہیں۔ لیکن حکومت یونی کے دروہست اور یونی کی سوسائٹی پر تعلق داری و زمینداری کے باعث شیعوں کو جو قبضہ و استیلا حاصل ہے۔ اس نے اجازت نہ دی کہ شیعوں کے اس مطالبے کو تسلیم کیا جائے۔ بالآخر بہت سی جدوجہد کے بعد مولانا ابوالکلام آزاد کی دہشت سے کانگریسی حکومت نے صرف بارہ دفات کے روز جلوس نکالنے کی اجازت دی۔

حقیقت کے اعتبار سے یہ صورت حال بھی مسند یوں کے لئے کافی نہ تھی۔ لیکن ان کے تدبیر نے اس پراس

خیال سے انکشاف کر لیا۔ کہ بہر حال جلوس کا حق تسلیم کر لیا گیا ہے۔ لیکن جب اس حق کے استعمال کا وقت آیا۔ تو شیعوں نے اس میں یہ کہہ کر اڑنگا لگا دیا کہ ہم مدح کے جواب میں قدح اور تبر آکرین گے۔

تمام معقول پسند دنیا اس اعلان پر حیرت زدہ ہو کر رہ گئی۔ جو شغل شیعہ ایمان جیسے مرکز شیعیت میں بھی اپنی لغویت کی بنا پر ترک کیا جا چکا ہو۔ اس پر ہندوستان میں اصرار کرنا وقت کی سب سے بڑی شرارت تھی لیکن شیعوں نے اصرار پر اصرار کیا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کا دور آیا۔ اور ٹھیک اس روز جب مسلمان لکھنؤ میں مدح صحابہ کا جلوس نکالنے کی تیاریاں کر رہے تھے اور حکومت کے فیصلے کے مطابق اس کا رستہ معین کر دیا گیا تھا۔ شیعوں کے راجوں، ہمارا جوں اور نوابوں نے اپنے اثر و رسوخ سے اپنے لئے بھی جلوس نکالنے کی اجازت حاصل کر لی۔

اگر حکام یونی کے دماغوں میں ذرا برابر بھی عقل ہوتی

(بقیہ از صفحہ ۳۸)

نہیں کی۔ اور تنقیص تو کجا بلکہ ان کی تعریف کرنے میں مبالغے سے کام لیا ہے۔ حالانکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فقہ اور مجتہد ہیں۔

روایت مذکور کا نتیجہ اس روایت سے آپکو یہ امر بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم کی اگرچہ آپس میں لڑائی اور جنگ ہو جاتی تھی۔ مگر ہر ایک دوسرے کی محبت پر باقی رہتا تھا۔ اور جو لوگ ان میں سے ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جاتے تھے۔ ان کی علیحدگی کا عذر باقی لوگوں پر ظاہر کرتے تھے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو

کے متعلق گزر چکا ہے کہ وہ سب جنتی ہیں اور آگے بھی آئیں گے جیسا کہ انہوں نے فرمایا (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) ہمارے بھائیوں نے ہمارے برخلاف بغاوت کی ہے۔ اسی طرح حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا۔ حالانکہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان سے خوب لڑائی کی کہ میں اور وہ اس طرح ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ مِصْرٍ مَّتَقَابِلِينَ" اور جب تم کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ سب کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے تو تم کو صحابہ کرام میں سے کسی پر بھی اعتراض نہ رہیگا۔ بالخصوص ان واقعات کے متعلق جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بقیہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہوتے۔ اس بارے میں مقررین کے حق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کلام سے زیادہ نافع اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

تو وہ سمجھ سکتے تھے کہ مدح صحابہؓ کے جلوس کے روز
ہی شیعوں کا جلوس نکالنا تبرائے صحابہؓ کے سوا اور
کیا مقصد پیش نظر رکھ سکتا ہے۔ لیکن ایک طرف شیعی
اثر و رسوخ اور قوت و اقتدار تھا اور دوسری طرف
سُنیوں اور دیندار عوام پر متعل اور غریب طبقہ نتیجہ یہ
ہوا کہ شیعوں کو بھی جلوس نکالنے کی اجازت دیدی
گئی۔ اور ساتھ ہی سُنیوں کے جلوس پر مزید پابندی
عائد کر دی گئی۔ سُنیوں نے اس کے خلاف زبردست

احتجاج کیا۔ شیعیہ

حضرات تواتر

تاج الدین ڈکٹیٹر

آل انڈیا مجلس احرار

کے بیان کے مطابق

غوثہ چھوڑ کر گھروں

میں جا بیٹھے اور

موردہ سُنیوں اور

حکومت کے مابین

جھگڑا چلنے لگا۔

نئے یہ صورت حال

دیکھی تو اعلان کیا

کہ شیعوں کو جلوس

کی اجازت دینے کا مطلب تبرائے حق کو تسلیم کرنا نہیں
ہے۔ مگر اس فلسفے کی شرح اس طرح کی گئی کہ مولانا
عبدالشکور اور دوسرے احرار رہنماؤں کو گرفتار کر کے
جیل میں ڈال دیا گیا۔ حکومت نے جبر سے کام لینے کا
تہیہ کر لیا تھا۔

لیکن کیا حکومت سمجھتی ہے کہ اس طرح صحابہؓ
کرام کے دارفگان محبت مرعوب ہو جائیں گے۔ کیا مولانا
عبدالقیوم غازی سے خاں اور ان کے رفقاء پر دفعہ

۳۰۲ کے ماتحت مقدمات چلا کر ادران کو اخلاقی قیدیوں
کے زمرے میں رکھ کر بے چینی اور اضطراب کے کھٹے
ہوئے طوفانوں کو روک دیا جائے گا۔ اگر وہ ایسا سمجھتی
ہے تو اس کی سخت غلطی ہے۔

حکومت کو رعب و وقار قوت و طاقت کی سرشاری
اور شیعہ احرار کے اثر و رسوخ سے بے نیاز ہو کر اہل
میں پر غور کرنا چاہیے۔ سُنی صرف مدح صحابہؓ کا
حق مانگتے ہیں اور شیعہ قدح کا۔ ظاہر ہے کہ ایک
انسانی حق ہے اور

دوسرا اخلاقی جرم۔

دونوں کا آپس میں

کوئی میل نہیں مگر

ایک کا مطلب دوسرے

کے چوڑھے میں بڑگان

دین کی محبت کی آگ

چلا کر گرمی ایمان

پیدا کرنا ہے تو دوسرے

کا مطلب ہستیوں

کے چھپر میں آگ

لگا کر تباہی برپا کرنا۔

بغاوردوں آگ

ناموس صحابہؓ کی شمع فروزاں پر قربان ہونے والے

یو، پی سے دس ہزار اصراری پروانے تیار ہیں !
۲۲ اپریل۔ ماتحت مجلس احرار اسلام یو، پی سے اطلاعات
موصول ہو رہی ہیں۔ اطلاعات سے ظاہر ہے کہ یو، پی کے تمام شہروں میں
تخریب مدح صحابہؓ کے متعلق نہایت جوش و خروش پایا جاتا ہے۔ اور
دس ہزار سے زیادہ احرار مجاہد ناموس صحابہؓ پر قربان ہونے کے
لئے تیار ہیں۔

جلاتے ہیں لیکن نتائج میں زمین و آسمان کا فرق ہے
اور اسی فرق پر حکومت کے طرز عمل کو موقوف ہونا چاہیے۔
ہم حکومت یو، پی کے غلط طریق کار اور رہنمایان مع
صحابہؓ کے ساتھ مجرمانہ بدسلوکی کے خلاف شدید
احتجاج کرتے ہیں۔ اور اس کو مستنبہ کرتے ہیں کہ یہ مسئلہ
ہندوستان بھر کے سُنیوں کی بے چینی کا موجب ہے
اور اس کو عقل و تمیز سے حل کرنا چاہیے۔
("مسلمان")

تحریک مدح صحابہ کے متعلق ڈکٹیٹر آل انڈیا مجلس اہل حکومت نے مدح و قدح کو یکساں قرار دیکر موتی اور کنکر ایک پلٹے میں تھکائیے مولانا عبدالشکور کی گرفتاری سے مفاہمت کے دروازے بند ہو گئے

آس واقعہ کے بعد حکومت کی آنکھیں کھلیں۔ اس نے صلح کی گفتگو شروع کی۔ تاکہ مسلمانوں کا جو شخ ختم ہو جائے فیصلے کے لئے ۱۴ اپریل کی تاریخ مقرر ہوئی۔ مولانا عبدالشکور کو فیصلے کا اختیار رکھی دیا گیا۔ میں بستر عیال پر بے تابی سے منتظر تھا۔ کچا یک تار موصول ہوا کہ مولانا عبدالشکور گرفتار کر لئے گئے۔ اس واقعے سے صورت حال یک قلم بدل گئی شیعہ حضرات، تو اپنے فواجوں اور راجوں ہمارا جوں کے ذریعے بھٹس میں چپکاری ڈال کر اپنے گھروں میں جا بیٹھے اور تصادم حکومت اور شیعوں میں شروع ہو گیا۔ اگر اب بھی حکومت عقل و شعور سے کام لیتی۔ تو مجلس احرار کو تحریک جاری کرنے کی ہزرت نہ پڑتی۔ مگر حکومت نے سفیوں کو جنگ پر مجبور کر دیا۔ ششی حق پر ہیں اور اللہ اللہ انہی کی فتح ہوگی۔ میں محاذ لکھنؤ پر جانے والے احرار رضا کاروں کو روکنے کے لئے حکم جاری کرنے والا تھا۔ مگر حکومت نے مولانا عبدالشکور صاحب کو گرفتار کر کے مفاہمت کے تمام دروازے بند کر دیے ہیں اور میں سنی مسلمانوں سے اپیل کروں گا کہ وہ اپنے حق کی خاطر جو چاہیں کریں۔ مگر پرامن رہیں۔ (ساج الدین)

لکھنؤ ۲۲ اپریل۔ ماسٹر تاج الدین صاحب ڈکٹیٹر آل انڈیا مجلس احرار اسلام نے تحریک مدح صحابہ کے متعلق ذیل کا بیان دیا ہے :-
حکومت یو۔ پی نے لکھنؤ میں سفیوں کو مدح صحابہ کے جلوس نکالنے کی اجازت دینے کے ساتھ ہی شیعوں کو جلوس تیراکی اجازت دے کر انتہائی غیر دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔ اول الذکر حق کانگریس گورنمنٹ نے ازراہ انصاف دیا تھا۔ مگر وہ سراسر حق شیعوں کو دیکر حکومت نے موتی اور کنکر کو ایک پلٹے میں رکھ دیا ہے اس نے مدح صحابہ اور صحابہ رضہ کے خلاف زبان درازی دونوں کو برابر قرار دیا ہے۔

اس احمقانہ فعل کے خلاف سفیوں کی برہمی بھل بجاتی تھی۔ انہوں نے مولانا عبدالشکور کو اپنا اہم بنا کر اس حکم کے خلاف جدوجہد کا فیصلہ کیا۔ بعد مجلس احرار کے تمام کارکن اور رہنما جو لکھنؤ پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے بھی مولانا کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ حالات کا قدرتی اقصاء تھا۔ مجلس احرار کے تمام رہنما اور سینکڑوں متبعین ہنسی خوشی صحابہ کرام کی آبرو کی خاطر جیل چلے گئے۔

بیلچہ کی مذہبی حیثیت

(از مولوی سید خلیل احمد صاحب بقعہ صنلع ہزارہ)

جلد ۱۸ نومبر ۱۹۸۵ء
نیز "بیلچہ کے اوصاف" کی سرخی کے ماتحت مشرقی نے لکھا ہے:-

"مسلمانوں کا مذہبی نشان" (ملاحظہ ہو قول فیصل صورت اخبار ص ۱۱)

اور "آسان اسلام کی حقیقت" کی سرخی کے ذیل میں

اس طرح خرافات کا طومار باندھا ہے:-

"نہیں بلکہ آج بیلچہ کے بغیر کوئی مسلمان مسلمان نہیں" (ملاحظہ ہو قول فیصل صورت اخبار ص ۱۱)

۸ نومبر ۱۹۸۵ء

حدیث نبویؐ واقعہ غزوہ خندق کی تفصیل ہے اور بخاری شریف میں موجود ہے۔ وہی حصہ وضاحت کے لئے نقل کیا جاتا ہے:- جس لفظ معول کو مشرقی نے بیلچہ کا اخذہ ار دیا ہے۔

"فقال (جابر) انا يوم خندق فخر فخر صنت كذا

شدیدہ فحشاؤ البني صلى الله عليه وسلم فقال

هذا كذبة عرصت في الخندق فقال انا نازل ثم

قام وبطنه معصوب الحجر لبثنا ثلثة ايام لا

تذوق ذواقا ناخذ البني صلى الله عليه وسلم

المعول فصراب فحاد كثيبا اهيل ادا هميم

الى اخره - (ملاحظہ ہو بخاری شریف عربی جلد ۲ صفحہ ۱۱۱)

(یعنی) "حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خندق

کے دن جب خندق یعنی کھائی کھودنے میں مشغول تھے۔

مشرقی دہرم میں بیلچہ کو مذہبی و سیاسی طور پر نمایاں درجہ حاصل ہے۔ چنانچہ مشرقی بیلچہ کو سنت نبویؐ اور شعار اسلام قرار دیتا بلکہ یہاں تک لکھتا ہے کہ "بیلچہ کے بغیر کوئی مسلمان مسلمان نہیں" حالانکہ بیلچہ کو اسلام سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔

مشرقی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جس افترا اور کذب بیانی سے کام لیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہی ہے۔ اس نے حدیث کے ایک لفظ معول کو بیلچہ کا ماخذ قرار دیا ہے۔ ذیل میں بعینہ حدیث نبویؐ واقعہ خندق اور ماخذ معول کو شرح احادیث و کتب سیر و تواریخ کتب لغت وغیرہ سے نقل کرتا ہوں۔ تاکہ مشرقی کی تلبیس اور اس کے دجل و فریب کی حقیقت واضح ہو جائے۔ مشرقی لکھتا ہے کہ:-

"ایسی حیران کن حالت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام کا بیلچہ کو تین دفعہ بڑے پتھر پر مارا

جو خندق یعنی حفاظت کی راہ میں حائل تھا۔

اور تیسری ضرب پر اس پتھر کو توڑ کر رکھ دیا"

(ملاحظہ ہو قول فیصل صورت اخبار ص ۱۱)

۸ نومبر ۱۹۸۵ء مطبوعہ ۲۶ جولائی ۱۹۸۵ء

مشرقی دوسری جگہ لکھتا ہے:-

"رسول خدا کا ہتھیار بیکہ کر قطار میں چند لمحوں

کے شامل ہو جاؤ" (ملاحظہ ہو قول فیصل صورت اخبار

تھے۔ کہ ایک سخت پتھر سامنے آیا۔ اس لئے حضورؐ کیجھت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ خندق کے اندر ایک سخت پتھر نکل آیا ہے۔ جو کسی چیز سے ٹوٹ نہیں سکتا۔ آپؐ نے فرمایا میں خندق میں اترتا ہوں۔ یہ فرما کر آپؐ کھڑے ہو گئے۔ اس وقت شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا اور وجہ تھی کہ تین روز سے ہم نے کوئی چیز چکھی نہیں تھی خیر آپؐ نے (گینتی) کدال ہاتھ میں لے کر پتھر پر مارا۔ جس سے پتھر نرم بیت کی طرح ریزے ریزے ہو گیا۔ (ملاحظہ ہو ترجمہ بخاری علامہ عبدالحکیم ص ۱۵۱) الغرض معول کا معنی بلیچ نہیں ہوتا بلکہ خصوصی اسلحہ جہاد اور شمار اسلام

لفظ معول کا معنی

یعنی شرح بخاری | یعنی شرح بخاری میں لکھا ہے "المعول هو الفاس الذی یکسر بها الحجر" (ملاحظہ ہو عینی علامہ بدرالدین ابی محمد محمود بن احمد عینی شرح بخاری جلد ۸ ص ۲۴۲) (یعنی) وہ گینتی و کدال و پھاوڑہ ہے جس سے پتھر توڑے جاسکتے ہیں۔ کیا کسی نے بلیچ سے پتھر توڑے ہیں

قسطانی | قسطانی شرح بخاری میں لکھا ہے :- "المعول - المسحاة" (ملاحظہ ہو قسطانی شرح بخاری مطبوعہ مصر جلد ۱ ص ۲۲۱) وہ آلہ ہے سمار کرنے کا۔ جو پھاوڑہ و گینتی و کدال ہی ہو سکتا ہے۔

سیرۃ النبیؐ للسید احمد مکی | سیرۃ النبیؐ للعلما سید احمد مکی نے لکھا ہے :- "لا تود فامسا ولا مسحاة" (ملاحظہ ہو سیرۃ النبیؐ عربی مطبوعہ مصر جلد ۱ ص ۱۲۱) یعنی سیرت نبیؐ نے کدیہ کے تشریح کہتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ وہ ایسا سخت ٹھوس پتھر تھا کہ جس پر گینتی اور نہ کدال و پھاوڑہ وغیرہ اثر انداز ہو سکتا تھا۔ اس

سے معول کا معنی واضح ہے۔

سیرۃ حلبی | سیرت حلبی نے لکھا ہے "المعول هو

المجرقة من الحديد" (ملاحظہ ہو سیرت حلبی جلد ۳ ص ۳۳۳)

یعنی سید حلبی نے معول کی تشریح میں لا تود ولا فامسا ولا مسحاة "لکھتے ہوئے" مسحاة کی تشریح میں

لکھا ہے :- "هو المجرقة من الحديد" وہ لوہے کا آلہ ہے

جس کے ذریعہ پتھر توڑے جاسکتے ہیں۔

ذیل میں چند لغت عربی و فارسی وغیرہ سے معول کا

معنی لکھا جاتا ہے :-

قاموس | قاموس نے لکھا ہے :- "المعول کینز الحديد

ینقر بہما الجبال" (ملاحظہ ہو قاموس مطبوعہ نوکلشور

جلد ۲ ص ۱۶) یعنی وہ لوہے کا آلہ جس سے پہاڑ وغیرہ کھو

جاتے ہیں۔

جمع البحار | جمع البحار میں لکھا ہے "فاخذ المعول هو

بالکسر الفاس و میہم الآلة" (ملاحظہ ہو مجمع البحار مطبوعہ

نوکلشور جلد ۲ ص ۲۰۳) اس کا معنی واضح ہے۔ کدال یعنی

وکلند۔

غیاث | غیاث اللغات فارسی نے لکھا ہے :- "معول کلنگ

آہنی کہ بدان سنگ شکافند" (ملاحظہ ہو غیاث اللغات

فارسی مطبوعہ نوکلشور جلد ۴ ص ۴۳) اس سے تو معول کا معنی بخوبی

واضح و روشن ہو گیا کہ وہ پھاوڑہ و کدال جس کے ذریعے

پتھر توڑے جاسکتے ہیں۔

منجد | لغت عربی منجد نے تو کمال کر دیا ہے۔ معول کا معنی

گینتی لکھتا ہوا وضاحت کے لئے گینتی کی صورت و شکل

بھی ساتھ لکھ دی۔ تاکہ فریب کاروں کے لئے کوئی امر

گنجائش نہ رہے۔

مغازی الرسول | مشہور مؤرخ اسلام محمد بن عمرو اقدی

کی کتاب مغازی الرسول کا ترجمہ مغازی صادقہ میں مزید

تاکید ہو جاتی ہے بے بیہ عبادت نقل کی جاتی ہے :- "هو هذا"

(ملاحظہ ہو سیرۃ النبیؐ ص ۱۵۱) (ملاحظہ ہو سیرۃ النبیؐ ص ۱۵۱) (ملاحظہ ہو سیرۃ النبیؐ ص ۱۵۱)

مسلمانان ہند سے ضروری درخواست

”مسلمانان ہند سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ ہر شہر اور ہر قصبہ میں جلد از جلد جلسے کریں اور حزب الانصار کا نفرش بھیرہ کی منظور کردہ حسب ذیل قراردادیں پاس کر کے ان کی نقول حکام متعلقہ اور اخبارات کو روانہ کریں۔ (ناظم حزب الانصار بھیرہ)

قراردادیں :-

(۱) مسلمانان کا یہ عظیم الشان اجتماع مسلم ارکان سبیلی اور حکومت پنجاب کو حزب الانصار کا نفرش بھیرہ پنجاب کے حسب ذیل اسلامی مطالبات کی طرف پُر زور توجہ دلاتے ہوئے متدعی ہے کہ جلد از جلد ان مطالبات کو پورا کرنے کے لئے اقدام عمل میں لایا جائے۔ نیز حکومت پنجاب کے ذمہ دار ارکان کو متنبہ کرتا ہے کہ ان مطالبات کو منظور کر کے مسلمانوں میں بڑھتے ہوئے ایساجات و اضطراب کو دور کرنے کی کوشش کرے۔ ورنہ آسے عالمگیر (اسلامی ایچیٹن) کا سامنا کرنا پڑے گا۔

(الف) مسلمانوں کے نکاح، طلاق، وراثت، خلع و دیگر مسائل کیلئے اسلامی پرنسپل لاؤ کے ماتحت فیصلہ کرنے کے لئے ہر ضلع میں قاضیوں یعنی مسلم جج کا تقرر جلد از جلد منظور کیا جائے۔ محکمہ قضا کی اہمیت خلع ایکٹ کے نفاذ کے بعد بہت زیادہ واضح ہو گئی ہے۔ اور غیر مسلم ججوں کے فیصلے ان محلات میں صریحاً مداخلت فی الدین نہایت ہوجا رہے۔ اور دوسرے شریعت اسلامیہ غیر مسلم جج کا فیصلہ نافذ نہیں ہوتا۔ لہذا مسلم ججوں کے تقرر کے بغیر مسلمانوں کی مذہبی زندگی سخت خطرہ میں ہے۔

(ب) قرآن مجید کی طباعت و اشاعت و فروخت بحق مسلمانان محفوظ کر دی جائے اور حکومت سرحد کے پاس کردہ قوانین کے مطابق غیر مسلموں کو اس امر سے قائل و نا روک دیا جائے۔

دفعہ ۱ سرکاری مدارس میں جہاں پچاس فیصد کی زائد

مسلم طلبہ داخل ہوں۔ وہاں مسلم طلبہ کی مذہبی تعلیم کا انتظام سرکاری خرچ پر کیا جائے۔ (د) جمہور کا دن تمام سرکاری فائر محکموں و مدارس کے لئے یوم تعطیل قرار دیا جائے تاکہ مسلم ملازمین آزادی کے ساتھ جمہور کا دن اپنے مذہبی احکام کے مطابق گزار سکیں (دش) فوج محمدی جیسی خاصہ مذہبی جماعت کو ان پابندیوں سے جو نیم فوجی جماعتوں پر حکومت کی طرف سے عاید کی گئی ہیں مستثنیٰ قرار دیا جائے۔

تیسرے یہ عظیم الشان اجتماع حکومت پنجاب کے ذمہ دار ارکان سے مطالبہ کرتا ہے کہ خاکساروں کے موجودہ رویہ کے پیش نظر وردی، پریڈ اور بیلجے کے متعلق واضح اعلان میں اپنی پالیسی کا اعلان کرے تاکہ حکومت کے واضح اعلان کی روشنی میں فوج محمدی کے رضا کار اپنے لئے لائحہ عمل تجویز کر سکیں یہ اجلاسی حکومت پر واضح کر دینا چاہتا ہے کہ اکثر مقامات پر خاکسار وردی بیلجے سے مسلح ہو کر فوجی مظاہرہ کرتے رہتے ہیں بلکہ حکومت نے آج کل ان سے باز پرس نہیں کی۔ پس اگر وردی جماعتوں نے بھی اپنی فوجی تنظیم کا مظاہرہ شروع کر دیا تو حکومت کو ان سے مواخذہ کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا۔

مدح صحابہ ۱ تیر حسب ذیل ریزولوشن ہر مقام پر منظور کر کر اس کی نقل و السرائے ہند۔ گورنریو، پی، ڈی، پٹی کمشنر لکھنؤ اور پنجاب و یوپی کے اسلامی اخبارات کو بھیجی جائے۔

”مسلمانان کا یہ اجتماع حکومت برطانیہ کی ان پابندیوں کے خلاف جو مسیبت کے جلوس مدح صحابہ رہنما

صالحین ہند کے مبادیہ و پیش کرتا ہے۔ جنہوں نے ہر محکمہ کرام رضائی خاطر قید ہند کی صورتوں کو بلیک کیا ہے۔